Spot CMYK#Waheed

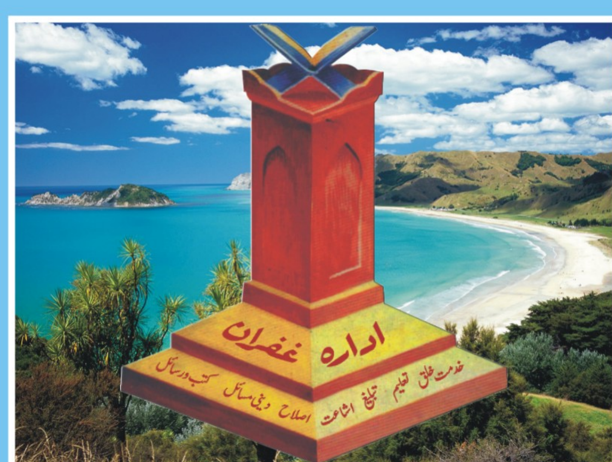

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ .... کام چوری، تعیُّش پرستی اور وعدہ خلافی.................. مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن........... سورہ بقرہ (قسط۱)........................ مفتی محمد رضوان ۸
درسِ حدیث . . . رشتہ داروں سے صلہ رحمی کیوں اور کس طرح کی جائے؟....مولانا محمد یونس ۱۰
مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ
ماہِ رجب کے مختصر فضائل و منکرات.. م۔ر۔ن ۱۷
ماہِ رجب: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں .... مولوی سعید افضل/مولوی طارق محمود ۲۰
سفرِ معراج کے عجائب و امثال (قسط۱)...................................... مفتی منظور احمد ۲۳
کپڑوں وغیرہ میں مبارک کلمات کی اشاعت.................................. مفتی محمد رضوان ۲۶
کیا قدیمی مساجد کا رُخ غلط ہے؟.. // // ۳۰
حضرت ادریس علیہ السلام.. مولانا محمد امجد ۳۲
صحابیٔ رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (قسط۱)......................... انیس احمد حنیف ۳۶
اسلام میں معاملات کی اہمیت.. مولانا محمد انس ۳۹
شکر کرنے کی ضرورت.. حافظ محمد ناصر ۴۱
مصافحہ کے آداب (قسط۲)... مفتی محمد رضوان ۴۳
پریشان کُن خیالات و وساوس اور اُن کا علاج (قسط۲)............................. // // ۴۵
مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۵).........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۸
تعلیماتِ حکیم الامت (اصلاح العلماء والمدارس) مدارس کی مروّجہ سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت .... // // ۵۱
علم کے مینار . . حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور ان کے مجدِّدانہ کارنامے ..مولانا محمد امجد ۵۴
تذکرۂ اولیاء: خیر التابعین اویس قرنی رحمہ اللہ.......................... مولوی طارق محمود ۵۹
پیارے بچو! .... بجلی کا کرنٹ اور بچوں کا پُراسرار قتل........................ ابو ریحان ۶۳
بزمِ خواتین .... مسلمانوں کا معاشرتی بگاڑ اور خواتین (قسط۱)........مولانا محمد امجد ۶۶
آپ کے دینی مسائل کا حل. . . پراویڈنٹ فنڈ کی اضافی رقم اور اس پر زکوٰۃ کا شرعی حکم...دارالافتاء ۶۹
کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات و تجزیات .... م۔ر۔ن ۷۱
حیرت کدہ .... قیامِ پاکستان کے وقت کیا ہوا تھا؟....................... مولانا محمد امجد ۷۵
طب و صحت .... ذیابیطس Sugar.. حکیم محمد فیضان ۷۹
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب و روز.. مولانا محمد امجد ۸۳
اخبارِ عالم .... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں....................... ابو جویریہ ۸۵
Offering Salah with Shoes On.......... انتخاب: از احکامِ میت، انگریزی ۸۸

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

کام چوری، تعیُّش پرستی اور وعدہ خلافی

کام چوری، تعیش پرستی اور وعدہ خلافی یوں تو بولنے اور سننے میں بہت چھوٹے اور مختصر الفاظ ہیں، مگر ان کی حقیقت اور ان کے نتائج پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مرض معاشرے کے لئے ناسور کے مرض سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔

قوم کی تنزلی، معاشی بحران، معاشرتی بگاڑ، کرپشن، لڑائی، جھگڑے، دشمنی، عداوت، جھوٹ، غلط بیانی اور ذہنی الجھن جیسی کئی بیماریاں ان امراض کے نتیجہ میں جنم لیتی ہیں۔ اور خود ان بیماریوں میں بھی باہم ایسا ربط اور تعلق ہے کہ ان میں سے ایک بیماری دوسری بیماری کا عام طور پر سبب بنتی ہے، چنانچہ عموماً وعدہ خلافی کی نوبت کام چوری اور کاہلی یا تعیش پرستی کی وجہ سے آتی ہے۔

پہلے کسی دوسرے سے کسی کام کے بارے میں وعدہ کرلیا جاتا ہے لیکن بروقت کاہلی، کام چوری یا تعیش پرستی کی وجہ سے اس کام کو پورا کرکے وعدہ پورا کرنے کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے دوسرے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، اور پھر دوسرے کے سامنے جواب دہی کے موقع پر طرح طرح کے حیلے بہانے کرکے اور جھوٹ وغلط بیانی کا خول چڑھا کر دوسرے کو مطمئن کرنے اور اپنے آپ کو بے قصور اور معذور ثابت کرکے ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کام چوری، کاہلی یا تعیش پرستی اور وعدہ خلافی کا مرض ہمارے معاشرے کے مزدور اور لیبر طبقے میں زیادہ پایا جاتا ہے اور وہ بھی خاص طور پر نوجوانوں کی نسل میں۔ اس طبقہ میں شاید ہی ڈھونڈے سے کوئی ایسا شخص دستیاب ہوسکے جو دوسرے سے کئے گئے وعدہ کی لاج رکھتے ہوئے بروقت دوسرے کا کام پورا کرکے دینے کا اہتمام کرتا ہو، خاص طور پر جب پیشگی اور ایڈوانس کچھ رقم بھی ہاتھ لگ جائے پھر تو یہ طبقہ ہواؤں میں اڑنا شروع ہوجاتا ہے اور کسی طرح پکڑائی ہی نہیں دیتا، عام طور پر پیشگی حاصل کردہ رقم کو عیاشیوں میں اڑادیا جاتا ہے، اور جب اونے پونے خرچ کرکے رقم ہاتھ سے چلی جاتی ہے اور دوسرے سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کا انتظام نہیں رہتا تو دوسرے کو چکر کٹوائے جاتے ہیں اور لارے لپّے دے کر دوسرے کو پریشان کیا جاتا ہے، دوسرے کے وقت کو بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جاتا ہے اور اسے سخت

ذہنی وجسمانی الجھن اور پریشانی میں ڈالا جاتا ہے، یا پھر مخاطب سے کسی طرح منہ چھپانے میں ہی عافیت سمجھی جاتی ہے، ہماری نوجوان نسل کا مزاج غلط عادتوں کی وجہ سے کچھ ایسا بن گیا ہے کہ جب تک ہاتھ خالی ہوتے ہیں اس وقت تک تو کچھ نقل وحرکت اور کام، کاج کے لئے بھاگ دوڑ کی جاتی ہے اور جوں ہی چار پیسے ہاتھ میں آ جاتے ہیں تو جب تک ان کو ٹھکانے نہیں لگا دیا جاتا اس وقت تک ہر قسم کے کام، کاج کو خیر باد کہہ دیا جاتا ہے، یہی حال آرڈر بک کرنے والے حضرات کا ہے کہ دوسرے کو اپنی گاہکی کے جال میں پھنسانے اور اپنی خریداری کو پختہ کرنے کے لئے آرڈر بک کر کے رقم ہتھیا لی جاتی ہے، مگر مقررہ وموعودہ وقت پر آرڈر شدہ چیز کو مہیا نہیں کیا جاتا۔

پھر بعض اوقات تو وعدہ کرتے وقت دل میں اس کو وقت پر پورا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، لیکن وعدہ کر چکنے کے بعد اس کو بھول بھلیوں کی دنیا میں پھینک دیا جاتا ہے اور ایسا طرز عمل اختیار کر لیا جاتا ہے جیسا کہ کسی سے کوئی وعدہ کیا ہی نہیں، اور بعض اوقات وعدہ کرتے وقت ہی دل میں اس کو پورا کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا بس مخاطب کو منہ پر خوش اور مطمئن کرنا یا اپنے جال میں پھنسانا مقصود ہوتا ہے، ادھر مخاطب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور انتظار کی گھڑیاں شروع ہو جاتی ہیں، لیکن جب مقررہ وقت آتا ہے تو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ظاہر ہے کہ پہلے سے کسی چیز کی امید قائم کر لینے کے بعد اس کے پورا نہ ہونے پر انسان کو جو کوفت ہوتی ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے، وعدہ کرنے والے کو اس کا احساس نہیں ہو سکتا۔

جبکہ اس طرح اوپر اوپر سے وعدہ کرنے میں دوسرے کے ساتھ دھوکہ دہی اور ایذاء رسانی کا گناہ بھی شامل ہو جاتا ہے، دوسرے انسان کی اس ناامیدی، مایوسی اور تکلیف پہنچنے والی کیفیت کا اندازہ اس وقت بخوبی لگایا جا سکتا ہے جب وعدہ کرنے والے کے ساتھ کوئی دوسرا شخص یہی حرکت کرے، ایسے وقت سینکڑوں مرتبہ وعدہ خلافی کا جرم کرنے والے کو دوسرے انسان میں خود بخود کیڑے نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں وعدہ خلافی کا جرم کرنے والے کی طرف سے جس قدر غم وغصہ دل ودماغ میں پیدا ہوتا ہے وہ خود اپنی طرف سے اس جرم کے سرزد ہونے کی صورت میں اپنے آپ پر پیدا نہیں ہوتا۔

یاد رکھیئے کسی سے وعدہ کر کے اس کو پورا نہ کرنا اور مخاطب کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر کے خود آرام سے بیٹھے رہنا بدترین خصلت ہے، مشہور ہے کہ:

''انتظار انسان کو موت سے بھی زیادہ شدید گزرتا ہے''

لیکن کیونکہ وعدہ کرنے والے کو خود کسی چیز کا انتظار نہیں کرنا پڑتا، اور اس کا اپنا کوئی کام اٹکا اور الجھا ہوا نہیں ہوتا، اس لئے وہ غفلت اور لاپرواہی میں پڑ کر وعدہ خلافی کے سنگین جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔

وعدہ خلافی کے مرض میں دیندار، عبادت گزار اور یہاں تک کہ تہجد گزار لوگ بھی مبتلا پائے جاتے ہیں، وہ لوگ کہ اگر ان کی نماز قضاء ہو جائے، جماعت چھوٹ جائے، تہجد کے وقت آنکھ نہ کھل سکے، یا معمول کے مطابق ذکر و تلاوت نہ ہو سکے (جو کہ سنت و مستحب عمل ہے) ان لوگوں کو اس کا تو رنج اور قلق ہوتا ہے مگر وعدہ پورا کرنا جو کہ اسلام میں فرائض کی حیثیت سے تعلق رکھتا ہے، اس فریضہ کے چھوٹ جانے پر ذرہ برابر افسوس اور رنج نہیں ہوتا، اور اس کی طرف سے کبھی دل میں کڑھن اور چبھن پیدا نہیں ہوتی۔ اور اگر کبھی تھوڑا بہت احساس یا ندامت ہوتی بھی ہے تو صرف اس وجہ سے کہ مخاطب کو کیا جواب دیں گے؟ مخاطب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، حالانکہ وعدہ پورا نہ کر کے اور وعدہ خلافی کر کے انسان صرف انسان کا مجرم ہی شمار نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی مجرم ہوتا ہے، وعدہ خلافی صرف دنیا کے قانون میں ہی جرم نہیں بلکہ آخرت کے قانون میں دنیا کے قانون کے مقابلہ میں زیادہ بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورہ اسراء آیت ۳۴) یعنی "عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا"، جس طرح قرآن مجید میں نماز، روزہ، اور زکوٰۃ وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح عہد اور وعدہ پورا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

وعدہ خواہ چھوٹی چیز کا ہو یا بڑی چیز کا، جائز اور مباح کام کا ہو یا ثواب کے کام کا، دین کے بارے میں ہو یا دنیا کے بارے میں، اس کو پورا کرنا اور نباہنا ضروری اور فرض ہے اور بلا عذر خلاف ورزی کرنا کبیرہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے۔

وعدہ کرنے سے پہلے جو کام انسان کے ذمہ واجب اور ضروری بلکہ سنت و مستحب تک نہیں ہوتا وعدہ کر لینے کے بعد اس کام کا پورا کرنا انسان کے ذمے فرض اور واجب ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔

زیادہ تر وعدہ خلافی اور کام چوری میں انسان فضولیات میں پڑنے یا کاہلی اور کام چوری یا تعیش پرستی کے مرض کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ کام کے وقت کام کرنے کے بجائے فضول غپ وشپ میں وقت گزار دیا جاتا ہے، چائے پانی اور پیشاب وغیرہ کے بہانے سے گھنٹوں ضائع کر دیئے جاتے ہیں، اور ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کے رسم و رواج عام ہو گئے ہیں، جن میں مصروف و مشغول ہونا وعدہ

پورا کرنے کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور ضروری سمجھا جاتا ہے، اور سب سے بڑی بات ہمارے ہاں خاص طور پر نوجوانوں میں محنت ومشقت سے جان چرانا اور جفاکشی کا عادی نہ ہونا اور مستقبل کے نتائج سے غافل ہونا ہے۔

ملکِ چین کی معاشی ترقی کا راز

ملکِ چین کو اس وقت پوری دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے، جس کی بنیادی وجہ وہاں کے لوگوں کی محنت، اور جفاکشی کا عادی ہونا سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ملکِ چین میں بلکہ باہر کے ممالک بھی بے شمار فنی معاملات اور جفاکشی کے امور میں ملکِ چین کے افراد کی مدد حاصل کر کے ان کو خدمات سپرد کر کے اپنے وہ کام اور منصوبے پورے کرائے جاتے ہیں، جو ان ممالک کے افراد کو خود انجام دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

پچھلے دنوں ہمارے ملکِ پاکستان میں چین کی کمپنی کو کسی کام کا ٹھیکہ دیا گیا تھا، کام کے دوران کچھ پاکستانی افراد بھی بعض خدمات میں شریک تھے، لیکن چین کے لوگوں کے ساتھ ان پاکستانیوں کو کام، کاج کرنا دوبھر ہوگیا تھا، کیونکہ چینی حضرات مسلسل کام میں مصروف رہتے تھے اور ہمارے پاکستانی حضرات کاہلی اور سستی اور تعیش پرستی کے باعث تھوڑی تھوڑی دیر بعد چائے، پانی، سگریٹ نوشی اور پیشاب وغیرہ کا بہانہ بنا کر بار بار کام کے تسلسل میں رکاوٹ ڈالتے تھے اور چند گھنٹے کام کرنے کے بعد تھکن کا بہانہ کر کے واپس لوٹ آتے تھے، جس کی وجہ سے پاکستانی حضرات کو اس کام سے علیٰحدہ کرنا پڑا۔

کاروبار کے لئے یورپ جانے کا شوق

ہمارے ملک کے بے شمار حضرات کو یورپ کے ممالک میں کاروبار اور روزی کی تلاش میں جانے کی بہت جستجو رہتی ہے جس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ ان ممالک میں کاروباری مواقع اور آمدنی کے ذرائع زیادہ موجود ہیں، اور ان ممالک کی کرنسی کی حیثیت اور ویلیو بھی بہت ہے وہاں کی مختصر رقم کے عوض اپنے ملک کی کرنسی کئی گنا زیادہ حاصل ہوجاتی ہے، چند سال کی محنت سے انسان لکھ پتی اور کروڑ پتی ہوجاتا ہے اور اس کے برخلاف اپنے ملک میں ساری زندگی پاپڑ بیلنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل حصول نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے ہمارے ملک کے نوجوان طبقہ میں یورپ کی طلب اور تڑپ زیادہ پائی جاتی ہے، اور اسی وجہ

سے یورپ جانے کے اخراجات کے لئے قرض وغیرہ لینے کو بھی گوارا کیا جاتا ہے۔
لیکن یورپ کو سونے کی چڑیا سمجھ کر وہاں پہنچنے کے بعد ساری کسر اور شوق پورا ہو جاتا ہے، وہاں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کمائی یہاں پر رہ کر کرنی ہے اور یہاں کی کرنسی حاصل کرنی ہے تو کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات بھی اسی ملک کی کرنسی سے ہی پورے کرنے ہیں، اور وہاں کے ماحول اور ملک سے دوری کی مجبوری انسان کو اس طرح کی محنت پر مجبور کر دیتی ہے کہ جس کا اپنے ملک میں رہ کر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اپنے ملک میں فارغ اور آوارہ پھرنے اور کاہلی یا تعیش پرستی میں مبتلا رہنے والے افراد عموماً وہاں جا کر بھرپور محنت ومشقت کے ساتھ سولہ سولہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے محنت مزدوری کر کے اور ہر قسم کی فضول خرچیوں سے بچ کر رقم اکٹھی کرنے کا انتظام کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر اپنے ملک میں رہتے ہوئے ان عادات کو اپنا لیا جائے تو یہاں رہتے ہوئے بھی وہ سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کا یورپ کے ممالک کے لئے سفر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف محنت اور جفاکشی کے نتیجہ میں اپنے ملک کی معاشی ترقی میں بھی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔
بہرحال ہمیں محنت اور جفاکشی کی عادت اپنا کر کام چوری، کاہلی، تعیش پرستی اور وعدہ خلافی کے مرض سے نجات حاصل کرنی چاہئے اور وعدہ پورا کرنے اور اسے نباہنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ محمد رضوان۔
۳۰/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ 17 اگست 2004ء بروز منگل۔

یاالٰہی مجھ کو صبروشکر دے	کر بہت صابر بہت شاکر مجھے
ہم پہ یارب صبر کو تو ڈھال دے	ہم کو پورا صبرواستقلال دے
رکھ خداوندا ہمیں ثابت قدم	ہوں کبھی عاجز نہ بے دینوں سے ہم
صبر سے یارب ہمیں کر تربتر	کر ہمارا خاتمہ اسلام پر
دے یقین ایسا خداوندا مجھے	سختیاں دنیا کی جو آسان کرے
سختیاں دنیا کی جھیلیں لاکھ ہم	راہِ دین سے پر نہ ڈگ جائیں قدم
صبر والوں کی سی ہمت مجھ کو دے	اور ان جیسا بنا صابر مجھے
دے مجھے صبرِ جمیل اے ذوالجلال	کر نہ دے مضطر مجھے رنج وملال

(انتخاب: از مناجاتِ مقبول)

درسِ قرآن

مفتی محمد رضوان

سورہ بقرہ (قسط ۱)

سورہ بقرہ سے متعلق چند مفید معلومات

اس سورت کا نام ''سورہ بقرہ'' ہے۔ کئی احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سورت کا یہی نام ثابت ہے، ایک روایت میں اس سورت کو سورہ بقرہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں۔ سورہ بقرہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے، اور اس سورت میں بے شمار احکام بیان ہوئے ہیں، مضامین اور مسائل کے اعتبار سے سورہ بقرہ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اس سورت کی آیتوں کی تعداد ''دوسو چھیاسی'' ہے اس سورت کے کلمات کی تعداد ''چھ ہزار دوسو اکیس'' اور حروفوں کی تعداد ''پچیس ہزار پانچ سو'' ہے (تفسیر ابن کثیر) یہ سورت مدنی کہلاتی ہے، اگرچہ اس سورت کی بعض آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں، لیکن کیونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لئے مفسرین کے قاعدہ اور اصول کی روشنی میں اس کو ''مدنی سورت'' ہی قرار دیا گیا ہے۔

سورتوں کی قرآنی ترتیب کے اعتبار سے سورہ بقرہ دوسری سورت ہے۔ بقرہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنٰی گائے / بیل کے آتے ہیں، اور کیونکہ اس صورت میں بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کے ضمن میں ''بقرہ'' کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس سورت کا نام ''سورہ بقرہ'' تجویز کیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ کے فضائل

سورہ بقرہ کے احادیث وروایات میں بہت سے فضائل آئے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ ''سورہ بقرہ کو پڑھا کرو، کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت اور بدنصیبی ہے اور اس پر باطل کا قابو نہیں چلتا'' (مسند احمد ج ۵، صحیح مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ ''جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے'' (زیادہ الجامع الصغیر بحوالہ مسند احمد، ترمذی وغیرہ و مجمع الزوائد ج ۷ بحوالہ طبرانی)

ایک حدیث میں ہے کہ ’’شیطان ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا جس میں سورہ بقرہ پڑھی جائے (زیادۃ الجامع الصغیر للسیوطی بحوالہ حاکم ،بیہقی ،مسند احمد ،ترمذی ،وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

مسند احمد اور طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ’’سورہ بقرہ قرآن مجید کا افضل واعلیٰ ترین حصہ ہے ،اوراس سورت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوئے تھے‘‘ (مجمع الزوائد ج ۷، کتاب التفسیر ،باب سورۃ البقرہ ،بحوالہ احمد وطبرانی)

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ’’ہر چیز کا ایک افضل حصہ ہوتا ہے اور قرآن کا افضل حصہ سورہ بقرہ ہے اوراس سورت میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن مجید کی سب آیتوں میں اشرف وافضل مقام رکھتی ہے اوروہ آیت ’’آیت الکرسی‘‘ ہے‘‘ (ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی قال الترمذی ھٰذا حدیث غریب لانعرفہ الامن حدیث حکیم بن جبیر وقد تکلم فیہ شعبۃ وضعفہ)

ایک روایت میں ہے کہ ’’جس نے سورہ بقرہ پڑھی اسے جنت کا تاج پہنایا جائے گا‘‘ (جامع صغیر للسیوطی ج ۶ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان وقال السیوطی صحیح)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’سورہ بقرہ کی دس آیتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کو رات کے وقت تلاوت کرے تو اس رات کی صبح ہونے تک شیطان گھر میں داخل نہ ہوسکے گا وہ دس آیتیں اس ترتیب سے ہیں کہ چار آیتیں سورہ بقرہ کے بالکل شروع کی (یعنی ’’آلم‘‘ سے ’’یُوْقِنُوْنَ‘‘ تک) تین آیتیں سورہ بقرہ کے درمیان کی یعنی پوری ’’آیت الکرسی اوراس کے بعد کی دو آیتیں‘‘ (’’اَللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم ُ‘‘ سے ’’ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْن َ‘‘ تک) اور سورہ بقرہ کے بالکل آخر کی تین آیتیں (یعنی ’’لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْض ِ‘‘ سے ’’عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ‘‘ تک) (مجمع الزوائد ج ۱۰ کتاب الاذکار ،باب مایقول اذا اصبح واذا امسی ،بحوالہ طبرانی ،وقال الھیثمی ورجالہ ،رجال الصحیح الا ان الشعبی لم یسمع من ابن مسعود)

ایک روایت میں ہے کہ ’’جس نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو رات میں پڑھ لیا تو یہ اس کے لئے کافی ہیں‘‘ (بخاری ،کتاب المغازی باب شہود الملائکۃ بدراً وکتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرہ)

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ’’مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانے سے عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی تھیں (مجمع الزوائد ج ۷، کتاب التفسیر بحوالہ احمد وطبرانی فی الکبیر والاوسط وقال الھیثمی ورجال احمد رجال الصحیح)

دے عمل یارب مجھے قُرآن پر رکھ مُجھے تُو اِس کا تابع سَربسَر

درسِ حدیث مولانا محمد یونس

◆ احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کیوں اور کس طرح کی جائے؟

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَأَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُ وَمُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلۂ رحمی کرے (بخاری ومسلم)

تشریح:...... اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے صلۂ رحمی (یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا) کرنے کے دو فائدے ذکر فرمائے ہیں، ایک روزی کشادہ ہونا، دوسرے عمر لمبی ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کے بڑھانے کے لئے ہمیں جو پاکیزہ اور فطری نظام نکاح کی صورت میں عطا فرمایا ہے اس کی برکت سے ہر پیدا ہونے والے بچے کا پیدا ہوتے ہی پہلے ماں باپ سے اور پھر ان کے واسطے سے کئی افراد سے مختلف طرح کا جو رشتہ خود بخود قائم ہو جاتا ہے یہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (سورہ فرقان)

اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے یعنی نطفہ سے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔

نسب اس رشتہ اور قرابت کو کہا جاتا ہے جو باپ یا ماں کی طرف سے ہو اور صہر وہ رشتہ وتعلق ہے جو بیوی کی طرف سے ہو جس کو عام بول چال میں سسرال کہتے ہیں ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''میں اللہ ہوں، میں الرحمٰن ہوں میں نے رشتۂ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے لفظ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے پس جو اسے جوڑے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا) میں اسکو (اپنی رحمت سے)

جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا (یعنی قطع رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت سے) توڑ دونگا (اور جدا کردوں گا)'' مذکورہ آیت اور حدیثِ قدسی سے معلوم ہوا کہ یہ سب تعلقات، رشتہ داریاں اور قرابتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں جو انسان کی خوشگوار زندگی کے لئے لازمی ہیں، اس کے برعکس جن قوموں میں زنا اور بدکاری عام ہے ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کو یہی پتہ نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے اور چونکہ وہ ناجائز طریقے سے دنیا کے اندر آتا ہے اس لئے اس کو جنم دینے والی خاتون کے رشتہ دار بھی اسے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، گویا خونی رشتوں کی بنیاد پر آپس کی جو محبت اور غمخواری ہوتی ہے۔ بدکاری میں مبتلا ہونے والی قومیں اس سے محروم رہتی ہیں، کیونکہ ان کے یہاں نکاح اور نسب وغیرہ کوئی معنی نہیں رکھتے، اس لئے جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے آپس کے خونی رشتے عطا فرمائے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ اللہ کی اس نعمت کی قدردانی کرتے ہوئے اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر و کوشش کریں۔ رشتہ داروں کے انہی حقوق کی ادائیگی کا مختصر عنوان صلہ رحمی ہے، جس کی طرف مذکورہ حدیثِ قدسی میں اشارہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت سے اس عمل کو خاص نسبت ہے اور اس خصوصی نسبت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اپنے سے وابستہ کرلے گا اور اپنا بنالے گا اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور رشتہ داری کے ان حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا یعنی اپنے قرب اور رحم و کرم کی برکت سے محروم کردے گا۔

حدیثِ پاک میں جو فرمایا گیا ہے کہ ''اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں'' یہ دراصل عمر لمبی ہونے کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ جس شخص کی عمر لمبی ہوگی تو زیادہ عرصہ تک اس کے چلنے سے نشاناتِ قدم زمین پر پڑتے رہیں گے اور جو مرگیا اس کے پاؤں کا نشان بھی زمین سے مٹ گیا اور عمر لمبی ہونے سے مراد اوقات میں برکت ہوجانا بھی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کرلیتا ہے، گویا تھوڑی عمر میں زیادہ کام کرجاتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اس عمل کی برکت سے ظاہری عمر میں بھی اضافہ فرمادیں (کیونکہ تقدیرِ معلّق میں یہ بات لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ اگر اس نے یہ عمل کیا تو اس کی عمر اتنی زیادہ ہوگی، ورنہ اتنی تھوڑی ہوگی) اسی طرح روزی میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تھوڑی روزی میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈال دیتے ہیں اور ہنگامی مصائب و ناگہانی حالات کے اخراجات کا بوجھ اس پر

نہیں ڈالتے بلکہ ایسی چیزوں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ روزی کی ظاہری مقدار میں اضافہ فرمادیں (کیونکہ اس کی معلّق تقدیر میں اس عمل کی برکت سے روزی میں اضافہ پہلے سے لکھا ہوا ہوتا ہے)

بہر حال جو بھی صورت ہو ایک مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے (جن کی بات سچی اور ارشاد برحق ہے) اس کی خبر دی ہے تو اس پر ایمان لائے اور اس کو یقینی سمجھے کہ صلہ رحمی کی وجہ سے عمر اور روزی میں برکت اور ترقی ہوتی ہے، اگر غور کیا جائے تب بھی اس بات کا مشاہدہ ہے کہ خاندانی جھگڑے اور خانگی الجھنیں جو زیادہ تر رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں انسان کے لئے دلی پریشانی، کڑھن، گھٹن اور کئی مسائل ومصائب کا باعث بنتی ہیں اور کاروبار وصحت ہر چیز کو متأثر کرتی ہیں، جس کے نتیجہ میں عمر اور روزی میں کمی واقع ہوتی ہے اس کے برعکس جو لوگ رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی والا معاملہ کرتے ہیں ان کی زندگی عموماً سکون اور خوشدلی کے ساتھ گزرتی ہے اور انہیں مشکل مواقع میں خاندان والوں کی ہمدردیاں حاصل رہتی ہیں اور ان باتوں کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ روزی اور عمر میں برکت نصیب فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی کی اہمیت وتاکید

صلہ رحمی کا قرآن پاک کی کئی آیات میں بھی حکم ہے جس سے اس عمل کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ جن آیات میں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے اکثر وبیشتر ساتھ ہی ''ذَوِی الْقُرْبٰی'' فرما کر دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی بھی وصیت فرمائی گئی ہے سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

''وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی''

ترجمہ: ''اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ''

سورہ نساء میں ارشاد ہے:

''وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی''

ترجمہ: ''اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ''

سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت کریمہ میں رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے فرمایا:

’’وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ ‘‘

ترجمہ: ’’اور رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو‘‘

سورہ نحل کی ایک آیت کریمہ جو ہر جمعہ کے دوسرے خطبہ میں عموماً پڑھی جاتی ہے اس میں ایک اور انداز سے اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہے:

’’ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ‘‘

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کا، اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتے ہیں‘‘

آیات میں جا بجا رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہونے سے صلہ رحمی کی اہمیت واضح ہے۔

صلہ رحمی کے عظیم الشان فضائل

صلہ رحمی کی فضیلت سے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ:

جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر لمبی فرمائیں اور اس کی روزی کشادہ فرمائیں اور بری موت سے اس کی حفاظت فرمائیں اور اس کی دعا قبول ہو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے (حاکم، بیہقی فی شعب الایمان)

بری موت سے حفاظت کا یا تو یہ مطلب ہے کہ ناگہانی حادثے، قتل اور خودکشی وغیرہ کی شکل میں موت نہیں آئے گی یا یہ مطلب ہے کہ کفر پر موت نہیں آئے گی۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ اپنے ان رشتوں کی جان پہچان رکھو جن کی بنیاد پر باہم صلہ رحمی کر سکو اس لئے کہ صلہ رحمی خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں اضافے کا سبب ہے (حاکم)

صلہ رحمی کرنے سے خاندان میں محبت کا ہونا بالکل ظاہر بات ہے۔

صلہ رحمی کس طرح کی جائے؟

رشتہ داروں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، ان کے دکھ سکھ میں شریک رہنا اور ضرورت کے وقت ان کی جائز طریقے پر مدد کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔ صلہ رحمی کا سب سے ادنیٰ اور کمزور درجہ یہ ہے کہ رشتہ داروں

کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اوران کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ،اسی طرح اگر حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھار ان کی ملاقات کے لئے جانا، وقتاً فوقتاً خط یا کسی آنے جانے والے کے ذریعے یا بذریعہ فون ان کی خیریت دریافت کرتے رہنا شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے ان کی غمی خوشی وغیرہ میں شریک ہونا اورکم ازکم یہ کہ بوقتِ ملاقات ان سے سلام اور بات چیت ومزاج پرسی کرنا صلہ رحمی میں داخل ہے،اوراگر وہ ضرورت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد کرنا،اپنی حیثیت کے مطابق کبھی کبھی ان کو تحفہ ہدیہ وغیرہ دیتے رہنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہے،قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ"

ترجمہ:"آپ فرمادیجئے کہ جو کچھ مال تمہیں خرچ کرنا ہو سو ماں باپ اور رشتہ داروں ...... وغیرہ کا حق ہے"

اس آیت میں نفلی صدقات وغیرہ کا مصرف والدین کے بعد رشتہ داروں کو قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کے مفہوم میں مالی امداد کرنا بھی شامل ہے، بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ عام غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد وسنن ترمذی)یعنی رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے۔

صلہ رحمی واجب عمل ہے اگر چہ صلہ رحمی سلام کرنے اور دعا دینے اور ہدیہ پیش کرنے اور رشتہ داروں کی مدد کرنے اوران کے ساتھ احسان کرنے اوران کے ساتھ ہم نشینی اور باہم بات چیت کرنے کے ساتھ ہو، رشتہ دار اگر پاس نہ ہوں تو خط وغیرہ کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کر لینے سے صلہ رحمی کا واجب ادا ہوجائے گا اور ملاقات کے لئے چل کر جانا افضل ہے،کم ازکم سال میں ایک مرتبہ رشتہ داروں سے ملاقات کر لینا چاہئے (شامی ج۶ ص۴۱۱)

شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ ہر قبیلہ وخاندان کو باہمی تعاون وامداد کے اعتبار سے ایک جماعت ہونا چاہئے اور رشتہ داروں کی حاجت کو نہ روکے اس لئے کہ ان کی ضرورت پوری کرنا صلہ رحمی اوراس میں رکاوٹ ڈالنا قطع رحمی ہے (کذافی درر الحکام شرح غرر الحکام، کتاب الکراہیۃ ،صلۃ الرحم)

خلاصہ یہ کہ ہر ممکن طریقے پر رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرنا اور ہر ممکن طریقے پر ان سے برائی اور تکلیف کو دور کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے (کذافی بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ)

گناہ میں شرکت یا تعاون صلہ رحمی نہیں

لیکن یاد رہے کہ صلہ رحمی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رشتہ داروں کی خاطر یا ان کی مروت اور لحاظ میں گناہوں میں مبتلا ہوا جائے، لہٰذا رشتہ داروں کے اصرار پر کسی گناہ میں شریک ہوجانا، ان کی ناجائز سفارش کر دینا یا انہیں ایسی ملازمت دلوا دینا جس کے وہ مستحق نہیں ہیں یا ان کے حق پر نہ ہونے کے باوجود ان کی بے جا حمایت کرنا یا ان کو کسی گناہ کے کام پر ابھارنا اور اکسانا صلہ رحمی ہرگز نہیں ہے، بلکہ گناہ اور تعصب ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

رسم، دکھلاوے یا بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرنا

آج کل چونکہ ہمارے معاشرے میں ریا دکھلاوا، نام ونمود اور رسم پرستی عام ہے، رشتہ داروں کے ساتھ معاملات کے وقت بھی عموماً یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور بیشتر کام محض رسم پوری کرنے کی خاطر کئے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کی زبان پر بھی یہ بات آجاتی ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو برادری والے کیا کہیں گے؟

یاد رکھیئے! اگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی محض دکھاوے یا بدلے یا رسموں کی پابندی کی وجہ سے کی جائے تو اس پر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل ہونا مشکل ہے۔ اس لئے صلہ رحمی خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہونی چاہئے اور دوسری طرف سے بدلے میں اچھے سلوک کا انتظار بھی نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اگر اچھے سلوک کے بدلے میں دوسری طرف سے اچھا جواب اور رزلٹ (Result) نہ ملے تب بھی صلہ رحمی کو چھوڑنا نہیں چاہئے، اور درحقیقت یہی بات اس کی علامت ہے کہ صلہ رحمی اللہ کے لئے ہو رہی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو دوسروں کا بدلہ چکائے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسرے اس کی رشتہ داری کا حق ضائع کریں تب بھی یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے (بخاری)

ایک حدیث میں ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض رکھنے والے رشتہ دار کو دیا جائے (حاکم، طبرانی، الترغیب والترہیب ج۴ص۱۲۰) لہٰذا کسی رشتہ دار کی طرف سے اچھا معاملہ نہ ہو رہا ہو تب بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک ہی کرنا چاہئے اور دراصل یہی صلہ رحمی کا کمال ہے۔ شریعت کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہر شخص کی سوچ اور جذبہ یہ ہو کہ میرے ذمے دوسروں کے کیا حقوق لازم ہیں اور ان کو میں کہاں تک ادا کر رہا ہوں، قطع

نظر اس سے کہ میرے حقوق مجھے مل رہے ہیں، یا نہیں ایک صحابی نے حضورِ اقدس ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں، حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو تُو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہونگے) اور تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مدد شامل حال رہے گی جب تک تو اپنی اس عادت پر جمارہے گا (مشکوٰۃ)

قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے عظیم الشان ثواب تو ملتا ہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس عمل سے جلد یا بدیر دوسرے کی اصلاح بھی متوقع ہے نیز اس عمل سے معاشرے میں صلہ رحمی کو فروغ ملے گا۔ اس کے برعکس اگر قطع رحمی کرنے والے سے جواباً قطع رحمی کا رویہ اختیار کیا جائے تو آپس میں محبت وقرب کی بجائے نفرت وبُعد کو ترقی ملے گی، اور طرح طرح کے فتنے فسادات جنم لیں گے۔

غرضیکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے جائز طریقے پر تمام رشتہ داروں سے درجہ بدرجہ حسبِ استطاعت صلہ رحمی کرتے رہنا چاہئے۔ واللہ الموفق۔

علم کی ترقی اور ذہن کی کشادگی کا عمل

علم میں ترقی حاصل کرنے اور ذہن کے کشادہ ہونے کے لئے ہر روز فجر کی نماز کے بعد اکیس مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے "رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ، وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ" (سورہ طٰہٰ آیت ۲۵ تا ۲۸، ماخوذ از اعمالِ قرآنی حصہ اول ص ۱۲ بتغیر)

ظالموں کی گرفتاری سے نجات کا عمل

اگر کسی ظالم، سرکش وبدکردار کے علاقہ میں گرفتار ہو گیا ہو اور وہاں سے نجات مشکل ہو رہی ہو، تو اس دعا کو کثرت سے پڑھ کر دعا مانگا کرے، اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ نجات ورہائی ہوگی، دعا یہ ہے: "رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا" (سورہ نساء آیت ۷۵ ماخوذ از اعمال قرآنی حصہ اول ص ۷ بتغیر)

مقالات ومضامین م۔ر۔ن

ماہِ رجب کے مختصر فضائل ومنکرات

رجب کا مہینہ اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے، اس مہینہ کے بارے میں لوگوں میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں، خاص طور پر ۲۲/رجب کے کونڈوں کی وجہ سے اس مہینے کو زیادہ جانا پہچانا جاتا ہے اوراس مہینے کومعراج کا مہینہ بھی خیال کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے مہینے کی ستائیسویں رات کومساجد میں لوگ جمع ہوکر مختلف قسم کے پروگرام منعقد کرتے ہیں، جس میں معراج کی رات کے حالات وواقعات کے تذکرے کیئے جاتے ہیں، اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ میں روزہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اوراس تاریخ کے روزے کو ہزار روزوں کے برابر فضیلت والا سمجھا جاتا ہے اسی لئے اس روزہ کو ہزاری روزہ کا نام دیا جاتا ہے، لہٰذا مختصر اوراجمالی انداز میں ان تمام چیزوں کا شرعی حکم معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ حقیقی صورتِ حال سامنے آجائے، اورخرابیوں سے بچنا آسان ہوجائے۔

بلاشبہ رجب کا مہینہ سال کے ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کی فضیلت وعظمت قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔ارشاد ہے: ''مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ '' (سورہ توبہ آیت ۳۶ پارہ ۱۰)

وہ عظمت وفضیلت والے چار مہینے یہ ہیں (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔

ان چار مہینوں میں عبادت واطاعت اورنیک عمل کی بہت فضیلت ہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر رجب کی پہلی رات کی دعا کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے (بیہقی، عبد الرزاق) اس مہینے میں دوسری چیزوں سے خالی الذہن ہوکر حسبِ حیثیت بغیر کسی تاریخ کی تعیین کے جب اور جتنا موقع ملے روزے رکھنا بھی جائز اور باعثِ فضیلت ہے، لیکن اس مہینے کی کسی خاص تاریخ کے روزے کو زیادہ باعث فضیلت سمجھ کر رکھنا درست نہیں۔

۲۷/رجب کا روزہ

بعض لوگ اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ اس نظریہ کے ساتھ رکھتے ہیں کہ اس ایک روزہ سے ہزار روزوں کے برابر ثواب ملتا ہے اوراسی وجہ سے ستائیسویں رجب کے روزے کو''ہزاری روزہ'' کا نام دیا

ہوا ہے۔ یہ بات معتبر احادیث سے ثابت نہیں۔

۲۷/رجب اور معراج

ستائیسویں رجب کے بارے میں عوام میں یہ بات بھی کافی مشہور ہے کہ اس رات میں حضور ﷺ کی معراج شریف واقع ہوئی۔ حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں اور سالوں میں بھی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے متعین طور پر ستائیسویں رجب کو شبِ معراج سمجھ لینا درست نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''سات مسائل''، مصنفہ: مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ)

۲۷/رجب کی بعض رسمیں

آج کل رجب کے مہینہ کی ستائیسویں شب میں مختلف مقامات پر جلسے کئے جاتے ہیں اور محفلیں سجائی جاتی ہیں اور رجب کی ستائیسویں تاریخ کو دھوم دھام سے کھانے پکا کر تقسیم کئے جاتے ہیں، بعض لوگوں نے رجب کی ستائیسویں رات میں مخصوص طریقہ پر نمازیں پڑھنے کے طریقے بھی بنا کر پیش کر دیئے ہیں ان سب چیزوں کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، لہٰذا ستائیس رجب کو شب معراج سمجھ کر اس میں کوئی تقریب کرنا یا اس رات کو عبادت کا خاص اہتمام کرنا یا ستائیس رجب کو صدقہ وخیرات اور کھانا وغیرہ تقسیم کرنے کی پابندی کرنا درست نہیں اور ثواب کے بجائے گناہ ہے، اگر کسی کو عبادت، صدقہ وخیرات، یا معراج کے واقعات وغیرہ سننے سنانے کا شوق ہو تو یہ کام سال بھر میں کسی بھی دوسرے وقت کئے جاسکتے ہیں

کیا رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے؟

بعض لوگ رجب کے مہینہ کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ زکوٰۃ معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی اور معراج رجب کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی لہٰذا اس اعتبار سے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کا مہینہ ہوا۔ لیکن یہ بات پہلے گزر چکی کہ رجب کے مہینہ کا معراج کا مہینہ ہونا یقینی طور پر ثابت نہیں، لہٰذا اولاً تو اس مہینہ کو معراج کا مہینہ قرار دے دینا ہی غلط ہے، دوسرے اگر ثابت بھی ہو جائے کہ معراج اس مہینہ میں ہوئی تھی تب بھی اس مہینہ کو زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ خاص کر لینا غلط ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے احکام اپنی جگہ الگ حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک چیز کا حکم کسی وقت ہوا ہو اور اس چیز کی

ادائیگی کا وقت کوئی اور ہو، جیسا کہ نماز معراج کی رات میں فرض ہوئی مگر دن میں بھی پڑھنا فرض ہے اور ایک رات کی بجائے پورے سال پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح روزے اور حج وغیرہ کا معاملہ سمجھ لینا چاہئے۔ لہٰذا زکوٰۃ ہر شخص پر اپنے مالدار ہونے کے اعتبار سے الگ الگ اوقات میں فرض ہوتی ہے، سب لوگوں کا اپنے حق میں زکوٰۃ کو رجب کے مہینے کے ساتھ خاص کر لینا درست نہیں۔

۲۲/رجب کے کونڈے

رجب کے مہینے میں جو کام سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے وہ ۲۲/رجب کے کونڈے ہیں۔ ۲۲/رجب کے کونڈے عوام میں اتنے مشہور ہیں کہ ان کونڈوں کی وجہ سے ہی بے شمار عوام رجب کے مہینے کو جانتے پہچانتے ہیں پھر کونڈوں کی فضیلت کے بارے میں طرح طرح کی منگھڑت روایات لوگوں میں مشہور کر دی گئی ہیں، اور کونڈوں کے طریقہ میں بھی مختلف قسم کی پابندیاں اور شرائط لگا دی گئی ہیں۔ ۲۲/رجب کے کونڈے منانے کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے ان کو منانے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ مروجہ کونڈوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر بہت بڑی تہمت ہے۔ مؤرخین کی تحقیق کے مطابق ۲۲/رجب عظیم صحابی رسول ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کی تاریخ وفات ہے، ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنے والے بعض لوگوں نے ان کی وفات پر خوشی منانے کے لئے کونڈوں کی رسم ایجاد کی تھی اور جب اس کی حقیقت لوگوں کو معلوم ہونا شروع ہوگئی تو خود ہی اس کو دوسروں سے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ قید لگا دی کہ کونڈوں کو بالکل خفیہ انداز میں گھر کے اندر ہی اندر کرنا چاہئے، انہیں باہر نکالنے سے فائدہ ختم ہو جاتا ہے، اسی لئے اب کونڈوں کو گھروں کے اندر رکھ کر ہی خفیہ طریقہ پر انجام دیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! کہ ۲۲/رجب کی تاریخ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے اور اس تاریخ کا حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے کوئی بھی تعلق نہیں، لہٰذا رجب کے کونڈے منانا اور ان میں شرکت کرنا بڑا گناہ ہے غیر اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر کھانا تیار کیا جائے تو یہ کھانا بھی حرام ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''ماہ رجب کے کونڈے'' مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی، کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۲، فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۶۸، خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۷۲)

بسلسلہ : تاریخی معلومات — مولوی سعید افضل / مولوی طارق محمود

ماہِ رجب: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ رجب ۲ھ** میں مصر و اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے حضور ﷺ کو تحفہ بھیجا (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی صاحب ص ۲) اس کو حضور ﷺ نے جب اسلام کی دعوت کا خط لکھا، تو اس نے بڑے اچھے طریقے سے خط کا جواب دیا اور حضور ﷺ کے لئے درج ذیل تحفے بھیجے (۱) دو عدد باندیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جن سے حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے (۲) ایک ہزار مثقال سونا (۳) یعفور نامی حمار (۴) دلدل نامی خچر (۵) ۳۰ عدد مصر کے نفیس کپڑے (۶) عمدہ شہد (۷) لکڑی کی شامی سرمہ دانی (۸) کنگھا (۹) آئینہ (عہدِ نبوت کے ماہ و سال ص ۲۳۴)

□...... **ماہِ رجب ۲ھ** میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، اس سے پہلے بحکم الٰہی مسلمان چند مہینوں سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد پھر دوبارہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا (فتح الباری ج ۱ کتاب الایمان، باب الصلوۃ من الایمان، سیرت ابن ہشام ج ۳)

□...... **ماہِ رجب ۱۴ھ** میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دمشق فتح ہوا (تاریخ ابن خلدون، حصہ اول ص ۴۸۴، الاصابہ ج ۶ حرف المیم، البدایہ والنہایہ ج ۷)

□...... **ماہِ رجب ۱۵ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعتِ رضوان اور غزوۂ بدر میں شامل رہنے والے صحابہ میں سے تھے، ان کو حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنی غیر موجودگی میں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۵۵۷)

□...... **ماہِ رجب ۲۰ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵) یہ انصار صحابہ میں سے تھے اور حضور ﷺ نے ان کو مہاجرین میں سے زید بن حارثہ کا اسلامی بھائی بنایا تھا، فتح مکہ کے دن حضور ﷺ ان کے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے، ان کی عمدہ اور نفیس تلاوت کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے تمہاری قرأت سننے آتے ہیں، اگر تم صبح تک پڑھتے تو لوگ فرشتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے (سیر الصحابہ ج ۳ ص ۲۰۳)

□...... **ماہِ رجب ۴۳ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم

تاریخی ص۱۱) یہ اپنے زمانے میں تورات کے بڑے علماء میں سے تھے، حضورﷺ کی زندگی میں آپﷺ کی خدمت میں آ کرانھوں نے چند سوالات کئے، اوران کا صحیح جواب پا کر اسلام قبول کیا تھا (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص۶۱۱)

□...... **ماہِ رجب ۴۵ھ** میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۱) آپ حضورﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں، اوران سے ۶۰ حدیثیں منقول ہیں، سابقہ شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، آپ کے شوہر غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور انہی زخموں کی وجہ سے وفات پائی، اس کے بعد حضورﷺ نے ان سے نکاح فرمایا، بعض مؤرخین نے ان کی وفات شعبان ۴۵ ہجری اور بعض نے جمادی الاولیٰ ۴۱ ہجری بیان کی ہے (سیر الصحابیات ۴۹)

□...... **ماہِ رجب ۴۵ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۲) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو وحی کے لکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا، جب وحی آتی تو حضورﷺ بولتے جاتے اور آپ لکھتے جاتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کا کارنامہ بھی ان ہی نے سرانجام دیا، وراثت کے علم کے ماہر تھے، حضورﷺ نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ میراث کے مسائل جاننے والے زید بن ثابت ہیں (سیر الصحابہ ج۳ ص۳۴۹)

□...... **ماہِ رجب ۴۶ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۲) یہ بہت بہادر اور جنگ کے ماہر صحابی تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے تھے، ان کی وفات زہر آلود پانی پینے کی وجہ سے ہوئی، جو اِن کو حمص کے ایک امیر ابن اثال نے دھوکہ سے پلایا تھا (البدایہ والنہایہ ج۸)

□...... **ماہِ رجب ۵۲ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۳) آپ مصر کی فتح میں شریک تھے، اور فتح اسکندریہ میں آپ کی ایک آنکھ شہید ہوگئی تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے دورِ حکومت میں مصر کا والی بنایا تھا (البدایہ والنہایہ ج۸)

□...... **ماہِ رجب ۵۴ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۴) آپ نے حضورﷺ کے گھر میں پرورش پائی، حضورﷺ ان سے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرح محبت فرماتے تھے، بڑے بڑے صحابۂ کرام کو ان کی امارت میں حضورﷺ نے جنگ کے لئے بھیجا، جب کہ ان کی عمر ابھی چھوٹی سی تھی، اور یہ فتح یاب ہو کر لوٹے (سیر الصحابہ ج۲ ص۱۰۰)

□...... **ماہِ رجب ۶۰ھ** میں صحابیٔ رسول، کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی حضور ﷺ نے آپ کو ہادی، مہدی اور امین جیسے القاب سے نوازا تھا، آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے رشتہ میں حضور ﷺ کے برادرِ نسبتی تھے (الاصابہ ج ۶ حرف المیم، البدایہ ج ۴)

□...... **ماہِ رجب ۷۲ھ** میں حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۸) قاضی شریح (اپنے دور کے مشہور قاضی) کو آپ اہم امور میں مشورہ دیا کرتے تھے، اور جب قاضی شریح کسی مشکل میں الجھتے تو آپ سے اس کا حل معلوم کرتے تھے (البدایہ والنہایہ ج ۸)

□...... **ماہِ رجب ۷۴ھ** میں حضرت رویفع رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۹) آپ غزوہ حنین میں شریک رہے، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مصر میں سکونت اختیار کی، حدیث بیان کرنے میں محتاط تھے، ان کے سلسلہ سے صرف آٹھ روایتیں مروی ہیں۔ لیکن سیر الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ پر آپ کا سنِ وفات ۵۶ھ نقل کیا گیا ہے۔

□...... **ماہِ رجب ۸۴ھ** میں مصیصہ شہر کو فتح کیا گیا (تقویم تاریخی ص ۲۱) مصیصہ روم کا ایک شہر ہے جسے عبید اللہ بن عبداللہ نے فتح کیا اور پہلی مرتبہ مسلمانوں کو یہاں آباد کیا اور ایک قلعہ تعمیر کر کے تین سو سپاہیوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا (تاریخ ملت ج ۱ ص ۵۹۰)

□...... **ماہِ رجب ۱۰۱ھ** میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی اور یزید ثانی کی خلافت قائم ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۶) خلافتِ راشدہ کے بعد ان کی خلافت وحکومت مثالی تھی، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی ''امِ عاصم'' کے بیٹے تھے، آپ نے اسلامی سلطنت کو (جس پر بنوامیہ نے ملوکیت کی چھاپ لگادی تھی) دوبارہ خلافت سے بدل کر خلافتِ راشدہ کے قدم بقدم کر دیا (البدایہ والنہایہ ج ۹)

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

سفرِ معراج کے عجائب وامثال (قسط۱)

بلاشبہ معراج حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے جس کے مہینہ، دن اور تاریخ میں تو مؤرخین کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ عظیم واقعہ رجب کی ستائیسویں شب کو پیش آیا، اس سفر میں آپ نے کئی عجائبِ قدرت کا مشاہدہ فرمایا اور بہت سی امثال آپ کے سامنے پیش کی گئیں، اس تحریر میں ان کا تذکرہ اوران سے حاصل ہونے والے اسباق وعبر کو ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

(۱)......شبِ معراج میں حضور اقدس ﷺ کے پاس براق کولایا گیا جس کولگام ڈالی ہوئی تھی اوراس پر زین بچھی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ جب اس پر سوار ہونے لگے وہ اچھلنے لگی جس کی وجہ سے آپ کے لئے سوار ہونا مشکل ہوگیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا ’’کیا تو محمد کے ساتھ شوخی کررہی ہے حالانکہ تجھ پران سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا کوئی معزز بندہ آج تک سوار نہیں ہوا‘‘ یہ سن کر وہ پسینہ پسینہ ہوگئی (ترمذی)

(۲)......حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ راستہ میں میرا ایسی زمین پرگزر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے جبرائیل نے فرمایا یہاں اتر کرنفل نماز پڑھ لیجئے، میں نے اتر کرنماز پڑھی، جبرائیل امین نے کہا آپ کومعلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی؟ میں نے کہا مجھ کومعلوم نہیں، جبرائیل امین نے کہا آپ نے یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپ ہجرت کریں گے بعدازاں روانہ ہوئے اورایک اور زمین پر پہنچے جبرائیل امین نے کہا یہاں بھی اتر کرنماز پڑھیئے میں نے اتر کرنماز پڑھی جبرائیل امین نے کہا آپ نے وادیٔ سینا میں شجرہ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی جہاں حضرت حق جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، پھرایک اور زمین پرگذر ہوا جبرائیل امین نے کہا اتر کرنماز پڑھیئے، میں نے اتر کرنماز پڑھی جبرائیل امین نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی (جوشعیب علیہ السلام کامسکن تھا) وہاں سے روانہ ہوئے اورایک اور زمین پر پہنچے جبرائیل امین نے کہا اتر کرنماز پڑھیئے میں نے اتر کرنماز پڑھی جبرائیل امین نے کہا یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی (سیرۃ المصطفیٰ)

(۳)......آپ ﷺ براق پر سوار جارہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے پکار کر کہا کہ ادھر آؤ آپ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون تھا انہوں نے کہا کہ یہ یہودیت کا داعی تھا، پھر ایک شخص نے پکار کر کہا ادھر آؤ آپ ﷺ نے پھر بھی توجہ نہ فرمائی بعد میں جبرائیل سے پوچھا یہ کون تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ عیسائیت کا داعی تھا، پھر ایک بڑھیا پر گزر ہوا اس نے آپ کو آواز دی حضرت جبرائیل نے کہا آگے چلیئے اور اس کی طرف التفات نہ کیجئے، آگے چل کر ایک بوڑھا نظر آیا اس نے پھر آنحضرت ﷺ کو آواز دی حضرت جبرائیل نے کہا آگے چلیئے آگے چل کر آپ کا ایک جماعت پر گذر ہوا جنہوں نے آپ کو ان الفاظ سے سلام کیا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ ،اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ '' جبرائیل امین نے کہا کہ ان کے سلام کا جواب دیجئے اور بعد ازاں بتلایا کہ وہ بوڑھی عورت جو راستہ کے کنارے پر کھڑی تھی وہ دنیا تھی دنیا کی عمر اتنی ہی قلیل باقی رہ گئی ہے جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے اور وہ بوڑھا مرد شیطان تھا دونوں کا مقصد آپ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا، اور وہ جماعت جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے (تفسیر قرطبی)

(۴)......آپ ﷺ نے فرمایا جب ہم معراج کی رات بیت المقدس پہنچے تو جبرئیل نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے پتھر کا سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھا (زیادۃ الجامع الصغیر للسیوطی)

(۵)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا دیکھا کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں (نسائی)

(۶)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام اور دجال اور خازن نار یعنی داروغۂ جہنم کو دیکھا جس کا نام مالک ہے (جامع البیان للطبری)

(۷)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ شبِ معراج میں حضرت زکریا علیہ السلام سے آسمان پر ملے اور ان کو سلام کیا اور فرمایا ''اے ابو یحییٰ آپ مجھے بتلائیے کہ آپ کو کیسے قتل کیا گیا اور بنی اسرائیل نے آپ کو کیوں قتل کیا؟ انہوں نے فرمایا اے محمد! یحییٰ اپنے زمانے میں سب سے بہتر، خوبصورت اور روشن چہرے والے تھے، لیکن انہیں عورتوں کی طرف رغبت نہ تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَسَیِّداً وَّحَصُوْراً '' (اور وہ سردار اور عورتوں سے بچنے والے ہیں) بنی اسرائیل کی ایک عورت ان پر عاشق ہوگئی اور وہ زانیہ تھی، چنانچہ اس نے یحییٰ کو بلایا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچایا اور انہوں نے انکار

کردیا جس کی وجہ سے اس عورت نے یحییٰ کے قتل کا عزم کرلیا، بنی اسرائیل ہر سال جمع ہوکر عید منایا کرتے تھے، جس میں بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ ایک ایسا وعدہ کیا کرتا تھا جو ضرور پورا کرتا تھا، جب بادشاہ عید کے لئے نکلا تو اس عورت نے اسے اپنی ایک بات منوانے پر آمادہ کیا، بادشاہ چونکہ اسے بہت پسند کرتا تھا اس لئے اس نے کہا تم جو بھی مانگو گی میں تمہیں دوں گا۔ اس نے کہا میں یحییٰ بن زکریا کا خون چاہتی ہوں، اس نے کہا کوئی اور چیز مانگو اس نے کہا بس یہی چاہئے، بادشاہ نے کہا تیرا مطالبہ ضرور پورا کیا جائے گا، چنانچہ اس نے اپنے کارندے یحییٰ کی طرف بھیجے وہ اپنے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں بھی ان کے پاس نماز پڑھ رہا تھا، چنانچہ ان کو ایک برتن میں ذبح کر کے ان کا خون اور سر اس عورت کے پاس لے جایا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپ نے کتنا صبر کیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی نماز نہیں توڑی، جب یحییٰ کا سر لے جا کر اس عورت کے سامنے رکھا گیا اور شام ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ، اس کے گھر والوں اور خدام کو زمین میں دھنسا دیا، جب صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے کہا زکریا کے رب نے ہم سے زکریا کا انتقام لیا ہے، لہٰذا آؤ ہم اپنے بادشاہ کا انتقام لیتے ہیں اور اس کے بدلے زکریا کو قتل کرتے ہیں، چنانچہ وہ مجھے قتل کرنے کے لئے تلاش کرنے لگے، تو مجھے ایک شخص نے اطلاع دی تو میں بھاگ گیا، شیطان ان کے آگے آگے چلتا ہوا میری طرف ان کی رہنمائی کرتا تھا، جب مجھے یہ خوف ہونے لگا کہ میں ان سے نہیں بچ سکتا تو میرے سامنے ایک درخت آیا جس نے آواز دی کہ میرے پاس آجاؤ، چنانچہ وہ پھٹا اور میں اس میں داخل ہوگیا، لیکن شیطان نے آکر میری چادر کا ایک کونہ پکڑ لیا، اور درخت مل گیا البتہ میری چادر کا کونہ درخت سے باہر ہی رہ گیا، جب بنی اسرائیل آئے تو شیطان نے کہا زکریا درخت میں داخل ہوگیا ہے اور یہ اس کی چادر کا کونہ ہے، بنی اسرائیل درخت کو جلانے لگے تو شیطان نے کہا اسے آرے سے کاٹ دو، لہٰذا مجھے درخت کے ساتھ آرے سے چیر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا آپ کو کوئی تکلیف یا درد ہوا، تو انہوں نے فرمایا مجھے کوئی تکلیف یا درد محسوس نہیں ہوا (الدر منثور) (جاری ہے......)

......قارئین کرام......

اس دینی رسالہ کو خود پڑھ کر دوسروں تک پہنچائیں اسے بے ادبی سے بچائیں اور رسالہ کے سلسلہ میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں نیز کاروباری اشتہار دیکر دین و دنیا کے فوائد حاصل کریں۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

کپڑوں وغیرہ میں مبارک کلمات کی اشاعت

یہ جدت پسندی اور بہتر سے بہتر کی تلاش کا دور ہے اور اس میں روزمرہ کے اعتبار سے اتنا تنوع پیدا ہو رہا ہے کہ ایک چیز دنیا کے ایک کونے سے نکلتی ہے تو دوسرے کونے میں اس کا چرچا شروع ہو جاتا ہے، اوپر سے مقابلہ اور کمپٹیشن نے ہر ایک کو دوسرے پر سبقت اور پیش قدمی کی دعوت دی ہوئی ہے، اس لئے بعض اوقات زیب وزینت اور فیشن کے لئے تنوع در تنوع اور بہتر سے بہتر کی تلاش کے نتیجہ میں کچھ کا کچھ بن جاتا ہے اور پھر لوگ اپنی اپنی نفسیات کے مطابق رسی کو سانپ اور بھیڑ کو بھیڑیا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆...... چند سال پہلے ایک صاحب اپنے گھر سے زنانہ سوٹ لے کر حاضر ہوئے اور کپڑا میرے سامنے رکھ کر فرمایا اس کو چیک فرمالیں، میں نے دیکھنے کے بعد کہا مجھے تو اس میں بظاہر کوئی خرابی اور عیب نظر نہیں آ رہا، آپ فرمایئے، آپ کا مطلب کیا ہے؟ وہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اچھی طرح غور سے دیکھ کر چیک کریں، میں نے دوبارہ کپڑے کو کھول کر دیکھا تو وہ کسی خاتون کا سلا ہوا سوٹ تھا، میں نے کہا کہ یہ کسی خاتون کا سلا ہوا سوٹ معلوم ہو رہا ہے اور بس، اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں مزید معلومات نہیں، وہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ دراصل میری بات پوری طرح نہیں سمجھ سکے، میرا مقصد یہ ہے کہ آپ اس کپڑے پر پڑھ کر دیکھیں کہ کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ اردو، عربی جس قابل مجھے آتی ہے اس زبان میں تو مجھے لکھا ہوا کچھ نظر نہیں آ رہا، البتہ اگر آپ ان دونوں زبانوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہوں یا کسی اور زبان میں کچھ لکھا ہوا ہو تو آپ ہی بتلا دیجئے، مجھے تو اس میں مختلف قسم کے پھول، بوٹے، اور ڈیزائن نظر آ رہے ہیں...... انہوں نے کپڑا اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ دیکھئے اس پر دراصل ''محمد'' لکھا ہوا ہے، یہ اس طرح کر کے میم ہے۔ اور یہ یہاں سے اس طرح کو ''ح'' ہے اور یہ یہاں ''میم'' ہے اور یہ اس طرح سے دال ہے۔ اور اس طرح پورا لفظ ''محمد'' ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ تو آپ کی طرف سے زبردستی کا بنایا ہوا لفظِ ''محمد'' ہے، حقیقت میں تو اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ حقیقت میں محمد لکھا ہوا ہوتا تو مجھے ضرور سمجھ اور نظر آ جاتا کیونکہ اس لفظ سے ہمیں آپ سے زیادہ واسطہ پڑتا رہتا ہے، بچپن اور طالبِ علمی کے زمانے سے ہم کتابوں میں یہ لفظ پڑھتے، اور دیکھتے آئے ہیں اور کاپیوں وغیرہ میں بھی لکھتے

رہے ہیں اگر یہ حقیقت میں محمد لکھا ہوا ہوتا تو پہلی نظر میں سمجھ آ جاتا۔ میں نے ان صاحب سے سوال کیا کہ آپ نے خود یہ لفظ اس میں پڑھا ہے یا کسی نے آپ کو اس طرح پڑھایا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے خود تو نہیں پڑھا، بلکہ مجھے اس طرف میری اہلیہ صاحبہ نے متوجہ کیا اور ان کی توجہ بھی اس طرف اس لئے ہوئی کہ آج کل اخبارات میں کپڑے میں ''اللہ، محمد'' وغیرہ چھپنے کی خبریں آ رہی ہیں، اس سے پہلے انہیں بھی اس طرف توجہ نہیں تھی اور مدت سے یہ کپڑا استعمال ہو رہا تھا، میں نے ان کو سمجھایا کہ یہ سب نفسیاتی مسئلہ ہے، ممکن ہے کہ کسی خاص کپڑے میں ایسی کوئی چیز چھاپی گئی ہو لیکن بہرحال آپ کے اس کپڑے میں یہ چیز نہیں ہے، اور اگر واقعہ میں اس کپڑے میں ایسی کوئی چیز لکھی ہوئی ہوتی تو آپ کو یا آپ کی اہلیہ صاحبہ کو خود ہی یہ بات معلوم ہو جاتی، جبکہ آپ کے گھر میں یہ کپڑا مدتِ دراز سے استعمال ہو رہا ہے اور آپ ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔

☆......ایک زمانے میں لاہور کی کسی جوتا ساز فیکٹری کے جوتے کی خاص قسم اور ورائٹی کے بارے میں اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ جوتے کے تلوے میں لفظِ ''اللہ'' چھاپ کر اللہ تعالیٰ کی توہین کی گئی ہے، اس وقت ہزاروں، لاکھوں افراد نے اپنے اپنے ذہن سے اپنے جوتوں کے تلووں میں لفظ ''اللہ'' کا تصور قائم کر کے قیمتی قیمتی جوتوں کو ناکارہ بنا دیا تھا، اسی زمانہ میں میرا ایک صاحب کے گھر جانا ہوا، وہاں جانے کے بعد صاحبِ خانہ کے ایک برخوردار نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ایک چیز دکھاتا ہوں، یہ کہہ کر وہ برخوردار اپنے کمرے کی الماری کے اوپر سے بڑے احترام اور حفاظت سے رکھے ہوئے جوتوں کے تلوے اٹھا کر لائے، جن کو اوپر سے کاٹ کر استعمال سے ناکارہ بنا دیا گیا تھا اور یہ تلوے بڑے قیمتی اور تقریباً نئے محسوس ہو رہے تھے اور جس الماری کے اوپر انہوں نے حفاظت سے یہ جوتے کے تلوے رکھے ہوئے تھے اس الماری کے اندر دینی کتب اور قرآن مجید کے نسخے بھی تھے، اور یہ تلوے ان کے بھی اوپر والے حصہ پر بے ادبی اور بے احترامی سے بچانے کے لئے رکھے گئے تھے، میں نے جب ان جوتوں کے تلووں کو غور سے دیکھا تو ان میں اللہ کا لفظ واضح طور پر نظر نہیں آ رہا تھا، البتہ ایک پھول کا ڈیزائن کچھ لفظ ''اللہ'' کے مشابہ ضرور معلوم ہو رہا تھا اور وہ بھی اسی وقت محسوس ہوتا تھا جبکہ لفظِ ''اللہ'' کے تصور کو ذہن میں قائم کر کے اسی پر اس کو منطبق کرنے کی کوشش کی جائے، مجھے یہ ماجرا دیکھ کر تعجب ہوا۔ اور میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ لفظِ ''اللہ'' تو لکھا اور چھپا ہوا نہیں ہے، بلکہ ایک پھول بوٹا ہے جس کے بارے میں آپ نے لفظِ اللہ کا تصور

قائم کرلیا ہے، اور شرعاً آپ کا ان جوتوں کو پہننا اور استعمال کرنا تو گناہ نہیں تھا لیکن ان کو ناکارہ بنا کر مال کو ضائع کرنا گناہ تھا اور پھر ان جوتے کے تلووں کو دینی کتب اور قرآن مجید کے اوپر رکھ کر آپ نے جو پورے قرآن مجید کی بے ادبی کی ہے، جس میں ہزاروں مرتبہ لفظ اللہ استعمال ہوا ہے آپ کو اس کا ذرا بھی خیال نہیں، یہ گفتگو سن کر ان برخوردار کی آنکھیں کھلیں اور اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

☆......چند دن پہلے کسی مسجد کی انتظامیہ کے چند حضرات تشریف لائے اور اپنی مسجد کے قالینوں کی یہ داستان سنائی کہ ہم نے بہت مشکل اور محنت سے چندہ کر کے بڑے قیمتی قالین مسجد میں بچھانے اور نماز پڑھنے کے لئے خریدے تھے، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں کتے اور بلی کی شکل کی کوئی تصویر بنی ہوئی ہے، جبکہ کچھ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ پھول بُوٹے ہیں، کسی جاندار چیز کی تصویر نہیں ہے، یہ کہہ کر انہوں نے مسجد سے لایا ہوا قالین کا ٹکڑا دکھایا، جس میں کوئی بھی جاندار چیز کی تصویر نہیں تھی بس ایک واہمہ تھا جو کسی نے اپنے ذہن سے قائم کر کے اور گھڑ کر دوسروں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا، جو لوگ کمزور نفسیات کے مالک تھے انہوں نے ہاں میں ہاں ملائی تھی اور جو لوگ مضبوط نفسیات اور خود اعتمادی کے مالک تھے وہ ان کی اس بات سے اختلاف کرتے تھے۔

☆......ایک مسجد میں بڑی قیمتی ٹائیلیں لگوا کر مسجد کو مزین کیا گیا تھا لیکن بعض لوگوں نے یہ شور ڈال دیا تھا کہ ٹائیلوں کے ڈیزائن میں کتے کی شبیہ بنی ہوئی ہے لہٰذا فی الفور تمام ٹائیلوں کو اکھاڑ کر مسجد کو تصویروں کی لعنت سے پاک اور نماز کو ضائع ہونے سے بچایا جائے، جب میں نے ساتھ میں لائی ہوئی ٹائیل کے نمونہ کا معائنہ کیا تو اس میں کچھ بھی نہ تھا سوائے ایک سایہ کے اور وہ بھی خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے ایک ڈیزائن تیار کیا گیا تھا، ان لوگوں کو بڑی مشکل سے مطمئن کر کے لاکھوں روپیہ ضائع ہونے سے بچایا گیا، لیکن بعض انتظامیہ کے لوگ اس پر مصر تھے کہ اگر وہ شک وشبہ اور لوگوں کو تشویش سے بچانے کے لئے ان کو اکھاڑ کر دوسری ٹائلیں لگا دیں اور ان کو ضائع کر دیں تو یہ زیادہ بہتر اور تقوے کا تقاضا ہوگا لیکن جب ان کو یہ بتایا گیا کہ اس طرح کرنے کے نتیجہ میں انہیں چندہ دینے والوں کو تاوان اور ہرجانہ دینے کا اپنی جیب سے انتظام کرنا پڑے گا تب ان کی تسلی ہوئی اور طبیعت صاف ہوئی۔

☆......ایک مولوی صاحب جو ایک دینی تنظیم کے ذمہ دار تھے جمعہ کے دن مسجد میں غالباً عصر کی نماز کے وقت تشریف لائے اور نماز کے بعد مجھے ایک طرف لے جا کر کہنے لگے کہ آج آپ کی ایک اہم مسئلہ کی

طرف توجہ دلانی ہے تا کہ آپ لوگوں کو آگاہ کریں اور اس مسئلہ کی لوگوں میں تبلیغ کریں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکالا جس میں مختلف کمپنیوں کی سگریٹ جمع کر رکھی تھیں اور ایک ایک کر کے سگریٹ کے پیچھے والے حصہ یعنی فلٹر کے پیلے رنگ کے کاغذ کو مجھے دکھانا شروع کیا، جس میں کچھ سفید سفید نشانات تھے، کہ ان کو غور سے دیکھیں، ہر سگریٹ کے پیچھے چھوٹا سا ''محمدؐ'' لکھا ہوا ہے، میں نے ہر چند غور سے دیکھا مگر مجھے ان میں سے کسی ایک سگریٹ میں بھی کچھ نظر نہ آیا، سوائے سفید سفید نشانوں کے، جب میں نے ان کی اس بات سے اختلاف کیا تو انہوں نے بتلایا کہ اس بات پر تو آج جمعہ کی نماز کے بعد فلاں جگہ احتجاج کیا گیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس قسم کی سگریٹ کو فوراً ضبط کیا جائے۔ اور آئندہ کے لئے یہ بے حرمتی کا سلسلہ بند کیا جائے۔ میں نے ان کو بتلایا کہ یہ سب فضول اور خوامخواہ کی باتیں ہیں، اولاً تو سگریٹ نوشی جتنا گناہ ہے اس شبیہ میں اتنی بھی خرابی نہیں اور آپ کے احتجاج اور شور مچانے سے لوگ سگریٹ نوشی چھوڑیں گے نہیں اور آپ کے اس چرچا کرنے سے پھر وہ سمجھتے بوجھتے ہوئے بھی اس میں مبتلا رہیں گے اور پھر گناہگار نہ ہوتے ہوئے بھی گنہگار ہوں گے۔ دوسرے کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ایسی حرکت کر کے اپنی مصنوعات کی طرف سے مسلمانوں کو متنفر کرے۔

بعض لوگ خوامخواہ کسی لکھائی کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ اس کو اگر الٹا کر کے پڑھا جائے مثلاً کوکا کولا کو الٹا پڑھیں تو فلاں لفظ بن جاتا ہے، حالانکہ اس طرح الٹا پڑھنے سے تو بے شمار الفاظ جن کا مفہوم صحیح ہے وہ بھی غلط بن سکتے ہیں۔

یاد رکھئے! کہ تحریر کے کچھ اصول وقواعد ہوا کرتے ہیں ان کے مطابق ہی الفاظ اور تحریر کو کوئی حکم دیا جاسکتا ہے، ہر قسم کے نقش ونگار پر اپنے ذہن سے کسی لفظ کے بارے میں کوئی تصور قائم کر لینا صحیح نہیں، البتہ اگر کسی چیز میں واقعی کوئی مبارک کلمہ کی تحریر موجود ہو تو اس کا حکم علیٰحدہ ہوگا۔ لیکن بلاوجہ اور خوامخواہ کا شور ڈال کر لوگوں کو تشویش میں مبتلا کرنا اور صریح اور حرام چیزوں سے لوگوں کو بچانے کی فکر کرنے کے بجائے ان مہمل چیزوں پر اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنا کسی طرح بھی عقل مندی نہیں۔

علمِ نافع کر مجھے یارب عطا — دین و دنیا میں ہو جس سے فائدہ
دے عمل یارب مُجھے قُرآن پر — رکھ مُجھے تُو اِس کا تابع سَربسَر
جو نہ ہو معلوم اُس کا علم دے — پُوری نسبت ہو مُجھے قُرآن سے

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

کیا قدیمی مساجد کا رُخ غلط ہے؟

آج کل ملک کے مختلف حصوں میں بڑی تیزی سے مشینوں اور آلات کے ذریعہ سے قبلہ کا صحیح رخ معلوم کیا جارہا ہے، بعض جگہ سروے آف پاکستان والوں کو بلاکر قبلہ کی تعیین کرائی رہی ہے، اوراس کے نتیجہ میں جب کسی مسجد کے قبلہ کے رخ میں تھوڑا بہت فرق سامنے آتا ہے تو تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے، پہلے پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں، بعض جگہ اس کے نتیجہ میں انتشار واختلاف کی فضا کافی حدتک کشیدہ ہوجاتی ہے، ہرایک اس بارے میں اپنی رائے قائم کرتا ہے، پھر بعض اوقات تو مسجد کی تعمیر کو اپنی حالت پر برقرار رکھتے ہوئے صفوں کا رخ دائیں یا بائیں طرف پھیر دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات مسجد کی قیمتی عمارت کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں شرعی اور صحیح مسئلہ معلوم ہونا ضروری ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ شرعی نقطۂ نظر سے کعبہ سے ۴۵ ڈگری تک دائیں طرف اور ۴۵ ڈگری تک بائیں طرف ہوجانے سے بھی نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، یعنی کعبہ سے پینتالیس ڈگری تک دائیں یا بائیں طرف منحرف ہوکر جو نماز پڑھی جائے وہ بلاشبہ درست ہوجاتی ہے (والتفصیل فی جواہر الفقہ ج ۱) لہٰذا جو مساجد کعبہ اور بیت اللہ سے دائیں یا بائیں طرف کو مائل ہوکر تعمیر کی گئی ہیں لیکن ان کا بیت اللہ سے دائیں یا بائیں طرف میلان ۴۵ ڈگری سے زیادہ نہیں ہے بلکہ اس سے کم کم ہے ان مساجد کو اس وجہ سے منہدم کرنے یا صفیں ٹیڑھی کر کے بچھانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ عام حالات میں مناسب بھی نہیں، جس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) ...... جب شریعت کی طرف سے مذکورہ حدتک بیت اللہ سے دائیں یا بائیں طرف انحراف کرنے اور پھرنے کی صورت میں بھی بیت اللہ کی طرف رخ کرنا ہی قرار دیا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے دوسرا عقیدہ اور نظریہ قائم کر لینا شریعت پر زیادتی اور گناہ ہے، علماء کا اتفاق ہے کہ آلات کے عام ہونے سے پہلے دنیا کی عام مساجد کے قبلہ کا رخ تخمینہ اور اندازہ وغیرہ سے متعین کیا گیا تھا، لیکن مسجد نبوی کے قبلہ کا رخ وحی کے ذریعہ سے قائم ہوا تھا، اس لئے مسجد نبوی کا رخ بالکل صحیح ہے، لیکن مسجد نبوی کو جب آلات کے ذریعہ سے مصر کے امیر ابن طولون نے جانچا تو مسجد نبوی کے رخ کا بیت اللہ سے دس

ڈگری جنوب کی طرف مائل ہونا ظاہر ہوا تھا (ملاحظہ ہو:''جواہر الفقہ ج ۱ص ۲۷۵)
تھوڑے بہت فرق کو غلط کہنے والوں کے دعوے کے مطابق تو مسجد نبوی کے رخ کا غلط ہونا بھی لازم آئے گا
(۲)...... جب مسجد کے رخ کو تبدیل کرنے کیلئے پہلی تعمیر کو ختم کر کے دوبارہ تعمیر کیا جائے گا تو اس کے نتیجہ میں مشرق اور مغرب کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب سے مسجد کا وہ حصہ جو کہ مسجد میں داخل تھا، اس کو مسجد سے خارج کرنا لازم آئے گا، اور پھر اس حصہ میں مسجد کی حیثیت سے آداب واحترام کا لحاظ رکھنا اور اسے مسجد کی حیثیت سے استعمال کرنا عموماً مشکل ہوگا، جو کہ مستقل خرابی ہے۔
(۳)...... مسجد کی تعمیر میں جو مال اور رقم استعمال ہوئی اس کی بلاوجہ اضاعت اور ضیاع لازم آئے گا کسی شرعی تقاضہ کے بغیر خوامخواہ مسجد کی عمارت کا توڑنا پھوڑنا اور مال ضائع کرنا جائز نہیں، اس میں پہلی تعمیر میں شریک ہونے والے معاونین کے ساتھ بھی ایک قسم کی خیانت ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ ایسا اقدام کرنے والوں پر بے جا مال کی اضاعت کا ضمان وتاوان لازم آئے۔
(۴)...... اس قسم کے اقدام سے عامۃ الناس میں انتشار اور فتنہ پیدا ہوتا ہے اور سابقہ نمازوں اور گزشتہ تعمیر شدہ مساجد سے اعتماد ہٹتا جاتا ہے اور فتنہ سے بچنا بہت ضروری ہے حضور ﷺ نے فتنہ سے بچنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ تمام مساجد میں سب سے افضل مسجد کے خاص حصے ''بیت اللہ'' میں حطیم پر دیوارِ کعبہ تعمیر کر کے اس کو بیت اللہ کی چار دیواری میں اس لئے داخل نہیں فرمایا تھا کہ اس کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔
(۵)...... آج کل شہری آبادی میں روز بروز بڑھتے ہوئے اضافہ اور دباؤ کے باعث جگہوں میں تنگی کی عام طور پر شکایت ہے، تھوڑی تھوڑی جگہوں میں اوپر نیچے کئی کئی منزلہ مساجد کی عمارات قائم ہیں، انہیں منہدم کر کے ازسرنو تعمیر کرنے میں مزید کئی مشکلات پیدا ہوتی ہیں، رخ تبدیل کرنے کے نتیجہ میں جگہ میں مزید تنگی پیدا ہوتی ہے اور قدیمی تعمیر میں جو حصہ مسجد میں داخل تھا اس میں بعض اوقات غسل خانے، وضو خانے اور بیت الخلاء وغیرہ بنانے کی نوبت آتی ہے، اور اس جیسی اور بھی کئی خرابیاں ہیں، لہٰذا ۴۵ ڈگری سے کم کے فرق سے تعمیر شدہ مساجد کو رخ تبدیل کرنے کی غرض سے منہدم کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے اور اگر کسی اور وجہ مثلاً پرانی عمارت کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ تعمیر کی ضرورت پڑے تب بھی مستند اہل علم حضرات سے مشورہ کر کے مذکورہ بالا خرابیوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ البتہ اگر شروع سے ہی کوئی مسجد تعمیر کی جا رہی ہو تو اس کا معاملہ الگ ہوگا۔

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے مولانا محمد امجد

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت عظمت اور بڑی شان والے پیغمبر تھے، قرآن مجید میں ان کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے:

(۱)......وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (سورہ مریم)

ترجمہ: ”اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند مرتبہ تک پہنچا دیا“

(۲)......وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (سورہ انبیاء)

ترجمہ: اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذاالکفل ان میں سے ہر ایک تھا صبر کرنے والا“

قرآن مجید کی ان آیات میں ان کی نبوت کے اونچے مرتبے اور کمال والی صفات کا ہی ذکر فرمایا گیا ہے اور اسی طرح روایات واحادیث میں بھی ان کے ذکر میں تقریباً انہی چیزوں کا تذکرہ ہے۔

ان کے حالاتِ زندگی میں جو چیزیں مفسرین نے نقل فرمائی ہیں وہ یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ معراج کی رات میں حضور نبی کریم ﷺ کی حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ باب فی المعراج ص ۵۲۷)

آپ حضرت نوح علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے نوح علیہ السلام کے آباء واجداد میں سے ہیں آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی ورسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے (حدیث ابی ذر)

آپ کی جائے پیدائش اور وطن کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ آپ بابل میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے جوان ہوئے، ابتدائی عمر میں حضرت شیث علیہ السلام سے علم حاصل کیا (حضرت شیث علیہ السلام آپ سے پہلے نبی تھے) حضرت ادریس علیہ السلام جب جوانی کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور آپ نے قوم کے شریر اور مفسدوں کو حق کی تبلیغ شروع کی، ایک مختصر جماعت آپ پر ایمان لائی، باقی قوم کی مسلسل مخالفت سے عاجز آ کر آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا، آپ کے متبعین مسلمانوں کو وطن چھوڑنا بہت گراں گزرا پھر آپ کے اطمینان دلانے پر ہجرت کے لے آمادہ ہوئے اور ہجرت

کر کے آپ کے ساتھ ملکِ مصر آ گئے، یہاں پہنچ کر دریائے نیل کی شادابی سے بہت خوش ہوئے ۔
حضرت ادریس علیہ السلام مصر میں بھی اللہ کا پیغام پہنچانے کا فریضہ ادا کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں بہتر (۷۲) زبانیں بولی جاتی تھیں، آپ معجزاتی طور پر اللہ کی عطا و بخشش سے ان سب زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور ہر اہل زبان کو ان کی زبان میں تبلیغ کرتے تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے دین حق کی تبلیغ کے علاوہ تہذیب وتمدن کے اصول، ریاست وحکومت کے قوانین، اجتماعی زندگی کے آداب، ذمہ داریوں اور شعبوں کی تقسیم کے قواعد جاری اور مقرر فرمائے اور انسانوں کو ان کی تعلیم دی، آپ نے ہر قوم اور جماعت کے افراد کو تہذیب وتمدن کے یہ سارے طریقے سکھلائے، جب یہ افراد کامل وماہر بن کر اپنی قوم وقبیلے کی طرف لوٹے اور اپنے ملکوں اور علاقوں میں واپس آئے تو انہوں نے شہر اور بستیاں آباد کیں اور ان کو تمدن اور شہریت کے اصولوں پر بسایا، ان شہروں کی تعداد کم از کم دوسو کے قریب تھی۔ ان شہروں میں سے ایک چھوٹا سا شہر رہا تھا (یہ شہر حوادثات زمانہ سے مٹ گیا مگر اس کے کھنڈرات باقی ہیں) حضرت ادریس علیہ السلام نے ان افراد کو دیگر علوم کی بھی تعلیم دی، حضرت ادریس علیہ السلام پہلی ہستی ہیں جنہوں نے علم حکمت ونجوم کی ابتدا کی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو افلاک اور ان کی ترکیب، کواکب اور ان کے اجتماع وافتراق کے نقاط اور ان اجرام فلکی کی کشش وثقل اور گردش کے رموز واسرار کی تعلیم دی اور ان کو علم عدد وحساب (ریاضی وجیومیٹری) کا عالم بنایا اگر حضرت ادریس علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان علوم واسرار اور کائنات کے سربستہ رازوں کا اکتشاف وانکشاف نہ ہوتا تو انسانی عقل ودماغ کی ان حقائق تک رسائی مشکل تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے مختلف گروہوں اور امتوں کے لئے ان کے مناسب حال قوانین وقواعد مقرر فرمائے، انہوں نے تمام آباد دنیا کو چار حصوں میں تقسیم فرما کر ہر حصہ کے لئے ایک حاکم مقرر فرمایا، جو وہاں کے پورے نظام کا ذمہ دار قرار پایا اور ان چاروں کے لئے ضروری قرار دیا کہ قوانین میں سب سے مقدم شریعت کے وہ اصول رہیں گے جن کی تعلیم آپ نے دی۔ حضرت ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا (اور تحریر کا طریقہ جاری فرمایا) (صحیح ابن حبان) اور کپڑا سی کر پہنا، آپ سے پہلے لوگ کھالوں سے ستر پوشی کرتے تھے، سب سے پہلے آپ نے ناپ تول کے پیمانے وضع کئے، اور اسلحہ بنایا جس کے ذریعے قابیل کی اولاد کے لشکر سے قتال اور مقابلہ کیا (روح المعانی ج ۹ ص ۱۰۵) قرآن مجید میں آپ کے بارے میں فرمایا

گیا ہے: ''وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا۔ اس آیت کی معتبر و مشہور تفسیر تو یہ ہے کہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قربت کا بہت بلند درجہ عطا فرمایا، اس کے ساتھ ساتھ بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات سے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک خاص واقعہ کی وجہ سے آپ کے دل میں ملک الموت سے ملنے اور اس سلسلہ میں ان سے بات کرنے کی خواہش پیدا ہوئی جس کا اظہار آپ نے اپنے ایک واقف فرشتے سے کیا، آپ کی خواہش پر وہ فرشتہ آپ کو اپنے بازؤں پر بٹھا کر آسمانوں پر لے گیا، چوتھے آسمان پر دونوں کا سامنا ملک الموت سے ہو گیا جو اللہ کے حکم سے آپ کی روح قبض کرنے آ رہے تھے، مختصراً یہ کہ وہیں چوتھے آسمان پر آپ کی روح قبض کر لی گئی اور پھر آپ کو دوبارہ زندگی دے دی گئی گویا کہ بلند مرتبے تک پہنچانے سے مقام و مرتبہ کے ساتھ ساتھ یہ ظاہری عروج بھی مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر اس واقعہ پر موقوف نہیں ہے اس طرح کی اسرائیلی روایات میں بیان کردہ واقعات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو قرآن و حدیث کے ماتحت رکھنا ضروری ہے، لہٰذا ان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دین کے کسی اصول سے متصادم نہ ہوں (روح المعانی، قصص القرآن)

عبرت و نصیحت

(۱)...... حضرت ادریس علیہ السلام کا دور اس عالمِ دنیا کے بچپن کا دور تھا، اس لئے زیادہ تر تہذیب و تمدن ریاستی قوانین اور آدابِ زندگی کی تعلیمات و ہدایت کا عنصر آپ کے دور میں پایا جاتا ہے، کیونکہ جس طرح انسانوں کی زندگی تین اہم حصوں بچپن، جوانی اور بڑھاپا میں تقسیم شدہ ہے، اسی طرح اس عالم کی زندگی بھی تین ادوار میں بٹی ہوئی ہے، پہلا دور بچپن کا حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک ہے، دوسرا دور جوانی کا حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہے، تیسرا دور بڑھاپے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت تک ہے، جس طرح پہلے دور میں شخصِ اصغر یعنی انسان اپنی تمام ضروریات میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، کھانے، پینے، پہننے تک کی تمیز نہیں رکھتا اسی طرح شخصِ اکبر کی زندگی کے پہلے دور کا بھی حال ہے، چنانچہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک جو انبیاء آتے رہے وہ روحانی رہنمائی کے ساتھ ساتھ مادی اور جسمانی ضروریات پوری کرنے کے طریقے بھی سکھلاتے رہے، کہ زمین سے پیداوار کس طرح حاصل کرنی ہے، ستر ڈھانپنے اور جسم چھپانے

کا کیا انتظام ہو اور کس طرح ہو وغیرہ وغیرہ۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے دنیا گویا کہ حد بلوغ تک پہنچ گئی، انسانی قوتیں اور صلاحیتیں کمال تک پہنچ گئیں اس لئے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی کے لئے ہی مبعوث ہوتے رہے، چنانچہ جس طرح جوانی کے زمانے میں قوت اور طاقت اپنے شباب پر ہوتی ہے، جوش اور جذباتیت زیادہ ہوتی ہے تجربہ کم ہوتا ہے، اسی طرح شخص اکبر کی جوانی کے زمانے میں انسان کی یہی حالت تھی، چنانچہ عاد وثمود وغیرہ جو قدیم قومیں ہیں ان کے بارے میں خود قرآن کی خبر ہے اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (سورہ فجر) کہ ایسی قوت وطاقت اور قد وکاٹھ والے لوگ شہروں اور علاقوں میں پھر پیدا نہیں کئے گئے، نیز ان لوگوں کو بھی اپنی طاقت کا اتنا گھمنڈ تھا کہ طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر دندناتے ہوئے یوں کہتے تھے (مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کہ کون ہے ہم سے زیادہ قوت وطاقت والا؟) یہ ان کی طاقت اور قوت ہی کے کرشمے تھے کہ جو کام سائنس وٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ مشینی دور میں بھی کرنے سے دانتوں کو پسینے آ جائیں وہ انہوں نے ہاتھوں سے کئے یعنی پتھروں اور چٹانوں اور پہاڑوں کو تراش تراش کر اس میں محلات بنائے اور شہر بسائے اور ایسے مضبوط ومستحکم بنائے کہ آج تک ان کی یہ یادگاریں باقی ہیں اور عجائب روزگار میں شمار ہوتی ہیں۔ اور بڑھاپے کے دور میں جسمانی قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں لیکن عقل اور تجربہ بڑھ جاتا ہے، چنانچہ ان آخری ادوار میں انسانی قوت اور طاقت اور قد وکاٹھ گھٹتے گھٹتے اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ گویا ان سابقہ ادوار سے اس کو کچھ نسبت ہی نہیں لیکن تجربہ اور عقل اور اس کے بل بوتے پر ایجادات وانکشافات میں انسان آج جہاں تک پہنچ چکا ہے شائد ان سابقہ اقوام کے خواب وخیال میں بھی یہ چیزیں نہ ہوں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شخصِ اکبر (دنیا) کے بڑھاپے کا دور شروع ہو گیا چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بالوں میں سفیدی نمودار ہوئی (اس سے پہلے بال سفید نہیں ہوتے تھے گویا کہ بڑھاپے کے دور کا آغاز ہوا) نیز معراج والی بعض روایات میں نبی علیہ السلام کا سفرِ معراج میں دنیا کو ایک بوڑھی عورت کی شکل میں دیکھنا بھی منقول ہے۔

(۲)......زمانہ اپنی عمر کے آخری دور سے گزر رہا ہے، قیامت کا وقت قریب ہے پے در پے قیامت کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں، لہٰذا زمانہ کے تجربات سے متأثر ہو کر دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور قبر وآخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (قسط ۱)

گہرا گندمی رنگ......قد اوسط درجے سے کم......لیکن کچھ تو تھا زید بن حارثہ میں......کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے مقامِ قرب و وصل سے نوازا......آپ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآنِ پاک کا حصہ بنا کر قیامت تک کے لیے اس کی تلاوت کو عبادت بنا دیا گیا......آپ وہ واحد صحابی ہیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا بیٹا نہ ہوتے ہوئے بھی اپنا بیٹا نامزد کر دیا......وہ واحد صحابی جنہیں سنِ شعور میں پہنچ کر ابنِ محمد کہلانے کا شرف حاصل ہوا......اور محققین کے نزدیک غلاموں میں سب سے پہلے مومن آپ ہی ہیں۔

یمن کے ایک معزز قبیلہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھنے والے زید بن حارثہ ایک مرتبہ کم سنی میں اپنی والدہ سعدی بنتِ ثعلبہ کے ساتھ اپنے ننہال گئے اسی دوران ایک لشکر نے ڈاکہ ڈال کر آپ کو اٹھا لیا اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لئے پیش کر دیا حکیم بن حزام بن خویلد (جنھوں نے فتحِ مکہ کے وقت اسلام قبول کیا) نے انہیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی (ام المومنین حضرت) خدیجہ بنتِ خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خدمت میں پیش کر دیا، جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو انہوں نے زید بن حارثہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں تحفۃً پیش کر دیا جسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔ ؎

تقدیر سنورتی جاتی ہے، ہر کھوٹ کھرا ہو جاتا ہے
وہ جس کو بناتے ہیں اپنا، اس کا تو بھلا ہو جاتا ہے

ادھر زید کے والد حارثہ بن شرجیل اپنے لختِ جگر کے یوں اچانک گم ہو جانے پر غم سے نڈھال نوحہ کناں تھے......حارثہ بن شرجیل اپنے درد کو شعروں میں پرونے لگے جن کا مفہوم یہ تھا کہ......میں زید پر رویا......لیکن جان نہ سکا کہ اس پر کیا بیتی......کیا وہ زندہ بھی ہے......کہ اس سے ملنے کی امید پر زندگی کو سہارا دیا جائے......یا موت اسے مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا کر گئی......اے زید......اے میرے بیٹے......واللہ میں تیری تلاش میں ہوں......لیکن نہیں جانتا......کہ تجھے......زمیں نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا......کاش میں جان لیتا......کہ کسی وقت تُو مجھے واپس بھی ملے گا......تو دنیا بھر کے بدلے میں تیری واپسی کو قبول کر

لیتا......سورج طلوع کے وقت مجھے زید کی یاد دلاتا ہے......غروب کا وقت پھر اس کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے ......ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی زید کی یاد کو ابھارتی اور تازہ کر دیتی ہیں......آہ......میرا رنج والم......میں اونٹ پر سوار ہو کر...... زید کی تلاش میں ...... تمام دنیا چھان ماروں گا...... اور زندگی بھر نہیں تھکوں گا ...... یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے......میں اپنے بیٹوں کو بھی اسی کی وصیت کرتا ہوں۔

رشتہ کامل ہو اور دل پُر درد......تو قدرت راستہ نکال ہی دیا کرتی ہے......ایک سال بنی کلب کے کچھ ایسے لوگ حج پر آئے جنہوں نے زید کو دیکھا اور پہچان لیا......زید نے انہیں دیکھا اور پہچان لیا......انہوں نے زید کو والد کے غم کا حال سنایا......تو زید نے جواب میں کچھ اشعار کہے کہ یہ میری طرف سے میرے گھر والوں کو پہنچا دینا......میں اپنی قوم کا مشتاق ہوں......گو کہ ان سے دور ہوں......اور میں خانہ کعبہ میں مشعرِ حرام کے نزدیک رہتا ہوں۔اس لئے تم اس غم سے باز آ جاؤ......جس نے تم کو پُر الم بنا رکھا ہے......اور اونٹوں کی طرح چل کر دنیا کی خاک نہ چھانو......الحمدللہ......کہ میں بنی سعد کے ایک معزز اور اچھے خاندان میں ہوں......جو پشت ہاپشت سے معزز ہے۔

بنی کلب کے ان لوگوں نے واپس جا کر ان کے والد حارثہ بن شرجیل کو اطلاع دی......تو وہ اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شرجیل کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔مکہ آئے......اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہوئے مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے......تو عرض کیا......اے ابن عبداللہ......اے ابن عبدالمطلب ......اے اپنی قوم کے سردار کے بیٹے......آپ اہلِ حرم اور اس کے مجاور ہیں......مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں......غمگینوں کو غموں سے آزاد کرتے ہیں......قیدیوں کو کھانا دیتے ہیں......ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمارے لڑکے کو جو آپ کے پاس ہے ہمیں عطا کر دیجئے......آپ اسکے فدیہ میں جس قدر بھی مال لینا چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں......ارشاد ہوا......وہ کون ہے......عرض کیا ......زید بن حارثہ......فرمایا......کیا اس کے سوا بھی کسی صورت پر راضی ہو......عرض کیا ......وہ کیا ؟ ......مرکز مہر و وفا ﷺ نے ارشاد فرمایا......زید کو بلاؤ......اور انہیں اختیار دے دو......اگر وہ تمہیں اپنا لیں ......تو بغیر کسی فدیہ کے وہ تمہارے ہیں......اور اگر وہ مجھے تم پر ترجیح دے کر اختیار کر لیں......تو واللہ میں ایسا نہیں ہوں کہ جو مجھے اختیار کرے اس کے لئے میں کسی اور کو اختیار کروں......حارثہ اور کعب نے آپ ﷺ کی اس بات کو شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا اور عرض کیا کہ آپ نے ہم پر احسان فرمایا......نبی اکرم ﷺ

نے زید کو بلایا اور فرمایا......زید! کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟؟......انہوں نے عرض کیا......جی......یہ میرے والد اور چچا ہیں......پھر آپ ﷺ نے زید سے فرمایا......میں وہ شخص ہوں کہ جسے تم نے جان لیا اور اپنے لئے میری ہم نشینی کا حال بھی دیکھ لیا......اب تمہیں اختیار ہے......چاہے مجھے اپنالو......چاہے ان دونوں کو......زید عرض گزار ہوئے......میں ایسا نہیں ہوں......کہ......آپ ﷺ پر......کسی اور کو ترجیح دوں......آپ ہی میرے ماں باپ ہیں......زید کا یہ جواب سن کر وہ دونوں حیرت سے بولے......زید......تم غلامی کو آزادی پر......اپنے باپ اور چچا پر......اور اپنے خاندان والوں پر ترجیح دیتے ہو؟؟؟......زید بولے......جی ہاں......میں نے ان صاحب ﷺ میں ایسی ہی کوئی بات دیکھی ہے...کہ میں ان پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دے سکتا

دیار عشق میں رشتوں کا پیمانہ انوکھا ہے ‏ محبت جس سے ہوجائے وہی سب کچھ ٹھہرتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے زید کی یہ وفا شعاری اور اخلاص دیکھا تو انہیں خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس لے گئے......اور اعلان فرمایا......لوگو......گواہ ہو جاؤ......زید آج سے میرے بیٹے ہیں......میں ان کا وارث ہوں......اور یہ میرے وارث ہیں......(ھل جزآء الاحسان الاالاحسان)......(ابتدائے اسلام میں اس طرح وارث بنانا جائز تھا، بعد میں جائز نہ رہا) باپ اور چچا نے یہ واقعہ دیکھا تو ان کے غمزدہ دل خوشی سے کھل اٹھے......اس دن سے زید کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد ہی پکارا جانے لگا......یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی.....اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (سورہ احزاب) (لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو)

جب رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو آپ ﷺ نے حضرت زید اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا (جاری ہے............)

نوٹ: گذشتہ مہینے ماہنامہ التبلیغ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے ذیل میں ص ۳۹ پر حضرت عبیدہ بن الحارث کے بجائے غلطی سے حضرت عبیدہ بن الجراح لکھ دیا گیا ہے۔ قارئین اصلاح فرمالیں۔

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

اے الٰہ العالمین اے بے نیاز ‏ دین ودنیا میں ہمارے کارساز
تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے ‏ جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے

بسلسلہ : آداب المعاملات مولانا محمد انس

اسلام میں معاملات کی اہمیت

دین کے تمام شعبوں کو اگر ہم مختصر انداز میں جمع کرنا چاہیں تو ہم ان کو ان پانچ شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت (۵) اخلاق۔

لیکن بدقسمتی سے عقائد و عبادات کی اہمیت تو ایک حد تک ہماری زندگی اور طرز عمل میں برقرار ہے لیکن دین کے مذکورہ دوسرے شعبوں کو ہم نے اتنی اہمیت نہیں دی جتنی دینی چاہیے تھی جس کی وجہ سے ان بقیہ شعبوں سے ہم کافی حد تک دور ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اب یہ گمان ہونے لگا ہے کہ جیسے یہ شعبے نہ کبھی ہمارے دین کا حصہ تھے اور نہ ہیں۔

اس بات کے اسباب تلاش کئے جائیں تو ان میں خاص طور پر دو عوامل قابل ذکر نظر آتے ہیں۔ جن میں ایک عامل تو ایسا ہے کہ جس کا تقریباً ہر مسلمان اور خاص کر اہلِ علم حضرات کو احساس ہے اور وہ یہ کہ جب سے مغربی استعمار کا دنیا پر غلبہ ہوا ہے، اس وقت سے ایک منظّم سازش کے تحت دین کو صرف عبادت گاہوں اپنے گھروں اور یا پھر زیادہ سے زیادہ تعلیم گاہوں تک محدود کر دیا گیا ہے، اس سے سیاسی اور معاشی سطح پر دین کی گرفت نہ صرف یہ کہ ڈھیلی ہو گئی ہے بلکہ رفتہ رفتہ، دم بدم تقریباً ختم ہی ہو چکی ہے، یہ دشمنانِ اسلام کی ایک بہت بڑی سازش ہے جس کے تحت مسلمانوں کے دل و دماغ میں مذہب کا وہ تصور اجاگر کیا گیا جو کہ مغرب میں ہے کہ مذہب تو ہر انسان کا ایک ذاتی اور انفرادی معاملہ ہے وہ اپنی زندگی میں کسی مذہب پر کاربند ہو یا نہ ہو، ایک مذہب اختیار کرے یا دوسرا اور پھر تیسرا مذہب اختیار کر لے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جبکہ دوسرا عامل خود ہمارا نظام تعلیم ہے جب رفتہ رفتہ سیاسی اور معاشی اداروں سے دین کا رابطہ ٹوٹنا شروع ہوا تو اس ربط کو بالکلیہ کاٹنے میں اسی نظام تعلیم نے کلیدی کردار ادا کیا۔

چنانچہ برٹش تسلط کے تاریک دور میں مسلمانوں کے اسلامی نظامِ تعلیم کو ملیا میٹ کر کے جس انگریزی استعماری نظام تعلیم کی بنیاد رکھی گئی اس کے بنیادی محرک اور بانی لارڈ میکالے کا اس تعلیم سے مطلوبہ مقاصد کے متعلق یہ بیان تاریخ میں محفوظ ہے کہ ہم ایک ایسا نظام تعلیم لانا چاہتے ہیں جسے پڑھ کر ایسی نسل پیدا ہو جو رنگ و زبان کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو لیکن فکر اور مزاج کے اعتبار سے خالص انگریز ہو اور بالآخر

ایک ایسے نظام تعلیم کو مسلط کر کے رائج کیا گیا جس نے دین کا رشتہ سیاست ومعیشت ،معاملات ومعاشرت اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے کاٹ کر دین کو ایک خاص دائرہ کے اندر محدود کر دیا، حالانکہ دین اسلام کی تعلیمات ہمیں ماں کی گود سے لے کر قبر تک اور گذشتہ پندرہ صدیوں سے لے کر آج تک اور آئندہ قیامت تک کے آنے والے ہر قسم کے حالات وواقعات میں برابر رہنمائی فراہم کرتی رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان عبادت میں کوتاہی کرے تو اس کے بارے میں گناہگار ہونے کا تصور قائم ہوتا ہے، نماز کے چھوڑنے والے کو تو دین کا ستون گرانے والا سمجھا جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا یا اخلاق رذیلہ کہ جن سے بچنے کا حکم خود قرآن وحدیث میں موجود ہے اور جن پر کتب حدیث میں مستقل ابواب قائم کئے گئے ہیں نہیں بچتا، تو معاشرے میں اسے اس درجہ کا مطعون اور برا نہیں سمجھا جاتا اور اگر کسی کو دین کا علم حاصل کرنے کی فکر لاحق ہوتی ہے تو وہ تعلیمی اعتبار سے بھی جتنی اہمیت عبادات وغیرہ کو دیتا ہے اس کا دسواں حصہ بھی معاملات اور معاشرت واخلاق وغیرہ کو نہیں دیتا اور پھر ہوتا یوں ہے کہ حلال وحرام وغیرہ کے معاملات سے جاہل اور ناواقف رہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو صاحبِ علم خیال کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ایسی صورت حال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ معاملات کے شعبہ سے واقفیت حاصل کی جائے اور حلال وحرام اور جائز وناجائز کاروبار کی تمیز پیدا کر کے اپنے معاملات کی اصلاح کی جائے۔

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

شکر کرنے کی ضرورت

دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں حاصل نہ ہوں، مثلاً ایک سانس کی نعمت ہے کہ ہر سانس میں دو نعمتیں چھپی ہوئی ہیں سانس کا اندر آنا ایک نعمت اور باہر نکلنا دوسری نعمت ہے۔ کیونکہ اگر سانس اندر آئے اور باہر نہ نکلے تو یہ مصیبت ہے اور اگر باہر نکلنے کے بعد اندر نہ آئے تو یہ بھی مصیبت ہے لہٰذا آدمی کو ہر سانس پر دو نعمتیں حاصل ہوئیں، اور ہر نعمت پر انسان کے ذمہ شکر کرنا لازم ہے اور ہر نعمت پر انسان کے ذمہ شکر کرنا لازم ہے۔ اب اگر انسان صرف سانس کی نعمت پر ہی شکر ادا کرنے لگے تو صرف اسی ایک نعمت کا ساری زندگی شکر ادا نہیں کرسکتا اور جب اس ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دوسری بے شمار نعمتوں کا کیسے شکر ادا کر سکے گا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ٹھیک ٹھیک شکر ادا کرنا تو انسان کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے اور وہ جتنا شکر کرے کم ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کامل نعمتوں کے مقابلہ میں ہمارے ناقص شکر کو قبول فرما لیتے ہیں۔ اور نہ صرف قبول فرماتے ہیں بلکہ شکر کے نتیجہ میں نعمتوں میں بھی اضافہ فرماتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ '' (سورہ ابراہیم آیت ۷) ''اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور دونگا اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھیں میرا عذاب سخت ہے'' مطلب یہ ہے کہ شکر کرنے کے نتیجہ میں جسمانی، روحانی، دنیاوی واخروی ہر قسم کی نعمتوں میں زیادتی اور ترقی ہوتی ہے اور ناشکری کے نتیجہ میں موجودہ نعمتوں میں کمی کردی جاتی ہے اور انسان کو محروم کردیا جاتا ہے۔

ناشکرا شخص تنگ نظر، کم ظرف ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کو شکر کرنے والا بندہ بہت پسند ہے اور ناشکرا شخص نہایت ناپسند ہے، اس لئے کہ ہر آدمی پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہیں اور مصیبتیں نعمتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ لیکن اس کے برعکس انسان کی حالت یہ ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اسی تکلیف کو لے بیٹھتا ہے اور ان بڑی بڑی نعمتوں کو بالکل

بھول جاتا ہے جو اس ذراسی تکلیف کے پہنچنے کے وقت بھی اسے حاصل ہوتی ہیں انسان ذراسی تکلیف کو پہاڑ بنالیتا ہے، کہیں سر میں درد ہوا یا اور کوئی تکلیف پہنچی تو وہ اس انداز سے دوسروں کے سامنے اس کا اظہار کرتا ہے جیسے وہ ہر طرف سے مصائب میں گھرا ہوا ہے اور اسے کوئی نعمت حاصل ہی نہیں یہاں تک کہ تقدیر اور قسمت کو برا بھلا کہہ کر اس پر بھی اللہ رب العزت کے حضور شکوہ کرتا ہے حالانکہ ایک مسلمان اور مؤمن کی ہرگز یہ شان نہیں کہ وہ فوراً چھوٹی سی مصیبت اور تکلیف پر سب سے زیادہ انعام کرنے والے اپنے مالک کی بے شمار نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے یہ تنگ نظری اور کم ظرفی کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص سخت ناپسند اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے بندے کا نام ''ناشکرا'' ہے۔

جو مصیبت اپنے کسی گناہ کے نتیجے میں پہنچی ہو اس پر تو توبہ کرنے کی ضرورت بالکل ظاہر اور واضح ہے لیکن جو مصیبت خود بخود پہنچے ایسے موقعے پر بھی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ سے صحت اور عافیت مانگے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے جو نعمتیں اسے حاصل ہیں۔ اس طرح تکلیف پر صبر کرنے سے بھی ثواب حاصل ہوگا اور شکر کے نتیجے میں بھی ثواب ملے گا۔

شکر گزار بندہ بننے کا آسان طریقہ: اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننے کے لئے کثرت سے ان کلمات کو پڑھنا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ

اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو کسی نہ کسی طرح یاد کرتے رہنا چاہئے۔ ہر وہ جائز بات جس سے خوشی یا آرام حاصل ہو اس پر شکر کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے مثلاً اچھا کھانا سامنے آئے یا ہوا اچھی لگے یا بچہ کھیلتا ہوا اچھا لگے وغیرہ وغیرہ اس سے دنیا میں سکون حاصل ہوگا اور آخرت میں ثواب۔

بسلسلہ : آداب المعاشرت

مفتی محمد رضوان

مصافحہ کے آداب (قسط۲)

✪ مصافحہ میں پورا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دینا چاہیے ،صرف چند انگلیوں سے مصافحہ کرنا (جیسا کہ بعض لوگوں میں رائج ہے) سنت کے خلاف، باطلین کا طریقہ اور تکبر کی نشانی ہے۔

ثم السنة فی المصافحة الصاق صفحة الکف بالکف و اقبال الوجه بالوجه و اخذالاصابع لیس بمصافحة بل فعل الروافض (بریقه محمودیه ، من قسم آفات اللسان)

✪ مصافحہ کے وقت چہرہ پر خوشی اور بشاشت ظاہر کرنا اور دوسرے کے حق میں مغفرت وغیرہ کے دعائیہ کلمات ادا کرنا بہتر ہے (الاذکار للنووی) ✪ مصافحہ کے وقت دل میں بھی دوسرے کی طرف سے صفائی ہونی چاہیے ،مصافحہ کے وقت دل میں نفرت ہونا مصافحہ کے تقاضے کے خلاف ہے (آداب المعاشرت) ✪ مصافحہ کرتے وقت مصافحہ کرنے والے کی طرف توجہ ہونی چاہیے بلا عذر دوسری طرف متوجہ ہونا آداب کے خلاف ہے (آداب المعاشرت،لان فی معنی المصافحۃ الاقبال بالوجہ علی الوجہ،فیض القدیر ج ۲) ✪ بعض لوگوں میں مصافحہ کے بارے میں انگوٹھا دبانے کی فضیلت مشہور ہے،مگر اس بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے اس کی کوئی قابل اعتبار سند نہیں،لہٰذا مصافحہ کے وقت انگوٹھا دبانے کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا غلط ہے (آداب المعاشرت بتغیر) ✪ مصافحہ کے بعد دوسرے کے ہاتھ کو دیر تک اپنے ہاتھ میں پکڑ کر نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس سے دوسرے کو خواہ مخواہ کی تکلیف اور پابندی ہوتی ہے،البتہ اگر کوئی بڑا اپنے چھوٹے کا ہاتھ دیر تک پکڑے رکھے جس سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو بلکہ اسے اس کی وجہ سے خوشی محسوس ہو تو حرج نہیں ✪ سلام کی طرح مصافحہ کرتے وقت بھی جھکنا آداب کے خلاف ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷)

وافھم اقتصاره علی المصافحة انه لاینحنی لصاحبه اذالقیه (فیض القدیر للمناوی ج ۵ تحت حدیث رقم ۸۱۰۹)

✪ مصافحہ کرتے وقت ہاتھوں کے درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہونا بہتر ہے (ہندیہ کتاب الکراھیۃ)
✪ جس طرح مرد حضرات کو آپس میں مصافحہ کرنا سنت ہے،اسی طرح خواتین کو بھی آپس میں مصافحہ کرنا سنت ہے (کشاف القناع عن متن الاقناع) ✪ نامحرم عورت و مرد کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا گناہ ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خواتین کو بیعت فرماتے تو ان کے ہاتھ بھی نہیں چھوتے تھے (بخاری) بعض موقعوں

پر خواتین نے بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لینے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''اِنِّیْ لَااُصَافِحُ النِّسَآءَ ''یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (موطا مالک) لہٰذا جو نامحرم مرد اور خواتین آپس میں مصافحہ کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔

✪ جب کوئی شخص تیزی میں کسی کام کی طرف جا رہا ہو تو اسے مصافحہ کے لئے نہیں روکنا چاہئے (آداب المعاشرت) ✪ مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومنا یا سینہ پر پھیرنا شریعت سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے (ایضاً) ✪ اسی طرح مصافحہ کے بعد دوسرے کے ہاتھ چومنا بھی ایک طرح کی رسم اور آج کل اہل بدعت کا شعار ہے اور دوسرے کا ہاتھ چومنے کی خاطر عام طور پر دوسرے کے سامنے جھکنے کی نوبت بھی آتی ہے، اس لئے اس سے بچنے میں ہی احتیاط ہے، البتہ اگر رسم ورواج سے بچتے ہوئے شوق اور فرطِ محبت کی وجہ سے کبھی ایسا کرلیا جائے اور کوئی رسم، تصنع اور بناوٹ نیز دوسرے کی طرف سے اپنے ہاتھ چومنے کا تقاضا بھی نہ ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے (آداب المعاشرت بتغیر) ✪ جب دوسرے کے ہاتھ کسی کام میں مشغول ہوں اور مصافحہ کرنے میں اس کو تنگی ہوتی ہو (جیسا کہ دوسرا شخص لکھ رہا ہو یا اسی طرح کا دوسرا کام کررہا ہو) اس وقت مصافحہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ایسے موقع پر صرف سلام پر اکتفاء کرنا چاہئے ✪ اگر کسی مجلس میں بہت سے افراد موجود ہوں اور آپ کو کسی خاص شخص سے ملنا ہو تو فرداً فرداً ہر ایک سے مصافحہ کی ضرورت نہیں، بلکہ متعلقہ شخص سے مصافحہ کافی ہے، ایسے وقت الگ الگ سب سے مصافحہ کرکے سب لوگوں کو اجتماعی طور پر کام سے روکے رکھنا غلط ہے، البتہ اگر مجلس میں موجود کسی دوسرے سے بھی تعارف ہو اور اسے اس وقت مصافحہ میں زحمت بھی نہ ہوتی ہو تو اس سے مصافحہ کرلینے میں حرج نہیں ✪ جب کوئی صاحب تھکے ہوئے یا کمزور ہوں یا انہیں سفر وغیرہ کی جلدی ہو یا اسی طرح کا کوئی اور تقاضا ہو اور مصافحہ کے خواہش مند حضرات کی تعداد زیادہ ہو تو اپنا شوق پورا کرنے کے لئے ہر ایک کو الگ الگ مصافحہ کرکے ان کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہئے بلکہ دوسرے کی راحت اور ضرورت کا لحاظ کرنا چاہئے (آداب المعاشرت بتغیر)

جاری ہے جا

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات و وساوِس اور اُن کا علاج

(قسط۲)

احادیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں چند صحابہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے دلوں میں ایسے وسوسے آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان پر لانا بھی گوارا نہیں کرسکتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا واقعی تم کو اس قسم کے وسوسے آتے ہیں اور تم ان کو اتنا برا سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک ایسا ہی ہے، اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَان'' کہ یہ تو بالکل واضح اور صاف ایمان کی نشانی ہے (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم، باب فی الوسوسہ فصل اول)

جب خود بخود گندے وسوسوں کا آنا اور ان کو برا سمجھنا ایمان کی واضح نشانی ہے تو وسوسوں کو اپنے ذہن میں بٹھا لینا، ان کو بار بار سوچنا، ان کی بال میں سے کھال نکالنا، اور پھر مختلف زاویوں سے ان کے بارے میں رائے قائم کرنا اور ان کے بارے میں بار بار سوال کرنا بہت خطرناک معاملہ ہے۔

پریشان کن خیالات اور گندے وساوس کے نقصانات سے بچنے کا آسان حل یہی ہے کہ ان کی طرف دھیان نہ دیا جائے اور ان کو سوچا نہ جائے اور پہلے سے ذہن میں ان کا خوف اور ڈر نہ بٹھایا جائے کہ کہیں وسوسہ نہ آجائے، اگر انسان اپنے اوپر بے جا کسی چیز کا خوف مسلط کرلیتا ہے تو وہ چیز انسان کے اوپر اثر انداز ہوجایا کرتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انہونی بھی ہونی ہوجاتی ہے۔

✪...... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں جس جگہ کمرے میں چارپائی پر ہم سوتے تھے وہ جگہ دیوار کے بالکل قریب تھی اور دیوار بھی کچھ ہموار نہیں تھی، کچھ سفیدی بھی جگہ جگہ سے اتری ہوئی تھی رات کو جب ہم سونے کے لئے لیٹتے تو روزانہ اس دیوار کو دیر تک غور سے دیکھتے رہتے، اور اپنے ذہن اور خیالات میں دیوار پر اُبھرے اور پڑے ہوئے نشانات کے بارے میں مختلف زاویوں سے تصورات قائم کرتے رہتے کہ یہ انسان ہے۔ یہ بچہ ہے، یہ کتا ہے، اور یہ بلی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح ہمارے ذہن پر ان چیزوں کے بارے میں ایک نقش قائم ہوگیا تھا جو روزانہ وہاں لیٹتے ہی ذہن میں تازہ ہوجاتا، لیکن کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ جس وقت ذہن میں بیٹھے ہوئے پرانے تصور سے توجہ ہٹی

ہوئی ہوتی اوران نقوش کے بارے میں پوری تفصیل یاد نہ ہوتی تو بڑی مشکل سے تانے بانے جوڑ کر کسی طرح اس تصوراور زاویہ کی بحالی ہوتی اوراس کے باوجود بھی تمام شقوں اور کوائف کے جمع ہونے میں دشواری پیش آتی، وقت گزرتا گیا، جب کچھ سمجھداری پیدا ہوگئی تو سارا گورکھ دھندا سمجھ آ گیا اور گویا کہ آج کل کی زبان میں ڈراپ سین ہوگیا، اب یہ بات سمجھ آئی کہ یہ سب کچھ نفسیاتی چکر تھا اور حقیقت میں نہ کوئی انسان تھا نہ کوئی بچہ اور نہ کوئی جانور، گویا کہ...... ''کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا'' ...... والی بات تھی۔

✪ ......چند دن پہلے ایک پریشان حال شخص تشریف لائے اور آ کر اپنی سخت ذہنی الجھن اور پریشانی کا تذکرہ اس طرح کیا:

''میرے گھر کے باتھ روم میں پہلے چپس پڑے ہوئے تھے، بہت محنت اور قیمتی معمار سے فرش ڈلوا کر باتھ روم تیار کرایا تھا، لیکن چند دن بعد پتہ چلا کہ فلاں مقام پر لفظِ ''اللہ'' لکھا ہوا ہے، طبیعت بڑی پریشان ہوئی، سارے باتھ روم کے فرش کو تڑوا کر دوبارہ فرش ڈالوا گیا لیکن پھر چند دن بعد کسی جگہ یہی چیز نظر آئی، پھر فرش کو توڑا گیا اوراس طرح تین چار مرتبہ یہ سلسلہ چلتا رہا، یہ تمام باتیں تو کسی حد تک قابلِ برداشت تھیں لیکن اب ایک نیا مسئلہ جو پہلے مسئلہ سے زیادہ سنگین ہے کھڑا ہوگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ باتھ روم کی جس سیٹ یعنی ڈبلیوسی پر بیٹھ کر میں استنجا کرتا ہوں اس کا ڈیزائن بالکل لفظِ ''اللہ'' کی طرح ہے اور جب میں پیشاب، پاخانہ کے لئے سیٹ پر بیٹھ کر پیروں کی طرف دیکھتا ہوں تو اللہ کی طرح بنا ہوا نقشہ محسوس ہوتا ہے۔

میں نے ان صاحب کو سمجھایا کہ میاں کس چکر میں پڑے ہو، اپنا کام کرو اوراس طرح کے تصورات قائم کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ ورنہ یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو زندگی بھر ختم نہیں ہوگا۔ آپ کو چاہئے کہ بیت الخلاء میں جاتے وقت پہلے سے ذہن میں بیٹھے ہوئے تصور کو نہ سوچا کریں اوراس کا خوف بالکل ذہن سے نکال کر خالی الذہن ہوجائیں۔

✪ ......بعض لوگوں کو وضو، نماز اور پاکی ناپاکی میں اس طرح کے وسوسے آتے ہیں کہ کئی کئی مرتبہ وضو کرتے ہیں، کئی کئی مرتبہ نماز پڑھتے ہیں اور وضو، غسل اور استنجے وغیرہ کے لئے بے بہا پانی استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ وسوسوں کی وجہ سے وضو کو اتنا لمبا کر دیتے ہیں کہ انہیں اطمینان ہی حاصل نہیں ہوتا اوراسی

چکر میں جماعت کی نماز نکل جاتی ہے۔

✪......ایک صاحب کو منہ سے خون نکلنے کے بارے میں اتنا زیادہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ وضو کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں تھوک کر اس کا رنگ دیکھتے تھے کہ کہیں خون تو نہیں ہے اور اگر اس میں ذرا بھی شک محسوس ہوتا تھا تو دوبارہ وضو کو لوٹاتے تھے اور اس طرح کئی کئی مرتبہ وضو کے مراحل سے گزر کر پریشان ہوتے تھے، مگر شریعت کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اتنی مشکلات میں ڈالا جائے۔

✪......ایک صاحب نے اپنی حالت بیان کی کہ انہیں ہر چیز میں ناپاکی کا شبہ ہوتا ہے اور ہر شخص ناپاک محسوس ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی صاحب سے اسی ڈر کی وجہ سے مصافحہ بھی نہیں کرتے، اور جب کوئی صاحب اُن سے مصافحہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ انہیں دور ہی سے ہاتھ کے اشارے سے روک دیتے ہیں اور وہیں بیٹھ جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

✪......ایک صاحب جو کہ راولپنڈی شہر میں کسی سرکاری محکمہ میں ملازم تھے بار بار وضو اور غسل کے مسائل پوچھنے کے لئے آیا کرتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہ دن میں کئی مرتبہ غسل کرتے ہیں اور گھنٹوں گھنٹوں غسل خانے میں رہتے ہیں بلکہ دن بھر کا اکثر وقت غسل خانے میں ہی گزرتا ہے، ٹنکی خالی ہو جاتی ہے، سب گھر والوں کو پریشانی ہوتی ہے اور ان کے اس طرزِ عمل سے پورا گھر پریشان اور ڈسٹرب ہے، جب ایک مرتبہ غسل کر کے نکلتے ہیں تو دوبارہ وسوسہ اور خیال آجاتا ہے کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی ہے پھر فوراً ہی دوبارہ غسل خانے میں چلے جاتے ہیں، بعض اوقات اچانک شرمگاہ پر جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے اور لگتا ہے کہ غسل کی ضرورت ہو گئی ہے، بعض دفعہ نماز کے دوران محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ برآمد ہوا ہے، اسی حال میں نماز توڑ کر غسل خانے میں جا کر دیکھتے ہیں کہ کہیں کچھ نکلا تو نہیں، اسی طرح جب وہ وضو کرتے ہیں تو پیشاب کا تقاضا محسوس ہوتا ہے اور اس سے پہلے بھی تقاضا نہیں ہوتا، نماز کے دوران بھی اکثر محسوس ہوتا ہے کہ ریح خارج ہونے والی ہے یا ہو گئی ہے اور ساری نماز اسی ادھیڑ بن میں ختم ہو جاتی ہے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا پڑھا ہے اور کیا نہیں پڑھا۔ ان صاحب کو مختلف طریقوں سے بار بار سمجھایا کہ بڑی خرابی اس کی ہے کہ آپ نے اپنے ذہن اور دماغ پر ان چیزوں کا خوف مسلط کر لیا ہے، لہٰذا آپ ان چیزوں کو سوچنا چھوڑ دیں اور ان چیزوں کا خوف ذہن سے نکال دیں، مدت بعد ان کو یہ بات سمجھ آئی اور جب اس مرض سے نجات حاصل ہوئی تب اُن کو زندگی کا مزہ محسوس ہوا، ورنہ ساری زندگی وسوسوں اور خیالات ہی کی دنیا کی نظر ہو رہی تھی (جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیح الامت (قسط ۵)

(بنام حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۸) (مؤرخہ ۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ ۲۶؍مئی ۱۹۹۰ء)

(اجازتِ بیعت)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتکم . السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے قرب کے درجاتِ رافعہ سے نوازے تاحیات یوماً فیوماً ظاہری وباطنی ترقی، صحت وتندرستی وتوانائی اور عافیتِ کاملہ نصیب کرے آمین، بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود بے ساختہ حضرت کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں جو باذنِ رب ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ارشاد: یہ نظرِ کرم، حسنِ محبت جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

عرض: جو دعائیہ کلمات اور اظہارِ حسن جناب نے بندہ ناچیز وحقیر کے حق میں تحریر فرمایا تھا اس کا جواب بطور شکر احقر پر لازم ہے، پھر کیوں خاموش رہا، مبادا یہ بات میری بے توجہی یا بے ادبی پر محمول ہو اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اس بندہ ناکارہ وناا ہل کی بفضل رب یہ سعادت ہے کہ اس کے بڑوں اور مخدومین نے کسی قابل سمجھا، ورنہ مجھ روسیاہ سے تو کچھ بھی نہ ہوسکا۔

ارشــاد: یہی تو ہے مسئلۂ سلوک کہ اپنی قوت کی نفی اوراس ذاتِ بحت کی قدرت کا اثبات، لآ میں اپنی ذات اوراپنے اعمال سے بے نظری اور الّا اللّٰہ میں اثباتِ ذات مع الصفات، حالِ رفیع مبارک۔

☒ **عــرض:** اجازتِ بیعت کوئی ذاتی منصب واعزاز نہیں گوکہ سالک کے لئے باعثِ نعمت وبرکت ہے لیکن بڑی ذمہ داری اور جان جوکھوں کی بات ہے کہ خدانخواستہ اپنی کسی نالائقی کے سبب مرشد نا مولانا وسندنا حضرت والا نوراللہ مرقدہ کے طریق کا بدنام کنندہ نہ بن جاؤں، جناب سے استدعا ہے کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس ناکارہ غلام کو ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمادے، بس باتیں بنانی آتی ہیں کام کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ آپ کا خادم محمد قیصر عفی عنہ

ارشاد: یہ احساس عظمتِ نسبت اور مقتضی ہے کہ مسئلہ سلوک کا ہے کہ اشاعتِ سلسلہ میں حریص ہونا چاہئے لہٰذا کیوں نہ آپ کو بیعت کے سلسلہ میں حریص ہونے کی اجازت دی جاوے، اجازت۔ بھلا قیصر اورسلسلہ کی رونق سے خالی، **اجازتِ بیعت**۔ سرخرو۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔ احقر محمد مسیح اللہ ۱۴؍ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ

مکتوب نمبر (۹) (مؤرخہ ۲۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ)

☒ **عرض:** مخدومی ومعظمی و مشفقی حضرت اقدس دامت برکاتھم وزادت درجاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

☒ **عرض:** حضرت کا اجازت وخلافت نامہ موصول ہوا۔ احقر تو جناب کا خادم ہے ؎

جو پلا ہو کرگسوں میں اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسمِ شہبازی، بہرحال اس بندۂ حقیر کے لئے باعث صد افزائی وذرہ نوازی ہے۔ بحمداللہ بایں نعمت بفضل رب مشرف گشتم وسجدۂ شکر بجا آورم۔ **اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر** یہ محض اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ وہ اپنے نااہل اور ناکارہ بندہ کو بغیر کسی استحقاق کے اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازتے ہیں۔ ورنہ اپنی اہلیت کو شمّہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔ بفضلِ ربانی جب کبھی باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ کے اسماءِ حسنیٰ، **عالم الغیب والشھادہ** کے پَرتَو کا مثقالُ ذرۃٍ سے بھی کم استحضار کی توفیق عطا ہوتی ہے (مراقبہ، مشاہدہ اور معائنہ تو بڑوں کی بات ہے یہ بندۂ ناچیز

تواکابر کے خاکِ کفشِ پا سے بھی کمتر ہے)اس وقت اپنی حالتِ دنی مثل آئینہ صاف عیاں ہوجاتی ہے

ارشاد: یہی تو ہے مبتدی ہوکر ماویٰ ہونا بفضلہٖ تعالیٰ۔

☒ **عرض:** یہ محض مالکِ حقیقی کی ستاری وغفاری ہے کہ بندہ کے عیوب وذنوب پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

"اللھم لاتخزنی فانک بی عالم ، ولاتعذبنی فانک علی قادر "

ارشاد: یہ ہے وہ فناء "اللھم زدفزد. واستقم استقامة تامة"

☒ **عرض:** اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھ نوآموز ومبتدی ناکندہ تراش کو حضرت والا حکیم الامت مجددِ ملت نوراللہ مرقدہٗ وقدس سرہٗ کے وسیلہ سے بیعت اور سلسلہ مبارکہ کی برکت سے جناب والا کا خادم بناکر اصلاح فرمادیں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ اشاعت پر باستحضارِ اخلاص حریص رکھیں۔

☒ **عرض:** ؎ پذیرائی کے قابل کوئی طاعت ہی نہیں میری، نظر تیرے کرم پر ہے اللہ العلمین میری

ارشاد: یہ انابت الی الحق تعالیٰ مدام۔

☒ **عرض:** حضرت کا حکم کہ "اشاعتِ سلسلہ میں بندہ کو حریص ہونا چاہئے" میری سرآنکھوں پر۔ الحمدللہ ان الفاظ سے آتشِ شوق بھڑک اٹھی۔

ارشاد: یہ جذبہ مبارک۔

☒ **عرض:** اللہ کا شکر ہے کہ حضرت کی خادم زادی برخورداری سلمہا کی بیماری میں افاقہ ہے۔ حضرت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ باقی ماندہ تکلیف بھی دفع فرمادیں اور صحتِ کاملہ عطا کریں۔ فقط والسلام۔

خادم محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ صحتِ عاجلہ کاملہ مستمرہ باسکون سے نوازیں۔

دے مجھے ہر اک بھلائی یا الٰہ — اور دے ہر اک برائی سے پناہ
نام لیتا ہوں میں اب اللہ کا — ہے نہیں جس کے سوا کوئی خدا
چلتے پھرتے حمد کرتا ہوں تری — اور خطا کا ہے مجھے اقرار بھی
جو ترے بندوں میں ہیں اہلِ ہدیٰ — تو نے جن کو ہدایت اے خدا
جیسی توفیق ان کو یارب تو نے دی — ویسی ہی توفیق دے تو مجھ کو بھی

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

مدارس کی مروّجہ سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

✪......بعض مدارس میں ایسے لوگوں کو سندِ فراغت دے دی جاتی ہے یا دستار بندی کر دی جاتی ہے جو باعتبارِ صلاح وعمل کے اس کے اہل نہیں ہوتے، جب ان لوگوں کی علمی و عملی کوتاہیاں دوسروں پر ظاہر ہوتی ہیں تو سارے علماء کو ان پر قیاس کر کے سب سے بدظنی ہو جاتی ہے تو دین کے معاملات میں پھر کس سے رجوع کریں گے۔ کس کے قول پر عمل کریں گے۔ پھر دین کا کیا حشر ہوگا۔ تو ان مفاسد کا سبب وہ بے احتیاط لوگ ہوئے۔ جو نااہلوں کو قوم کے سامنے سند دے کر اہل ظاہر کرتے ہیں (تحفۃ العلماء ج ۱ص ۱۱۵، بحوالہ تجدید تعلیم وتبلیغ ص ۴۷)

✪......ہر شخص مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوتا بعضے نالائق بھی ہوتے ہیں ایسوں کو فارغ التحصیل بتا کر مقتدا بنا دینا خیانت ہے (تحفۃ العلماء ج ۱ص ۱۱۵، بحوالہ التبلیغ)

✪......بعض مدارس کی رسم ہے کہ جب طالب علم نے کتابیں پڑھ لیں خواہ اس کی استعداد ہو یا نہ ہو اس کو فضیلت کی سند دے دیتے ہیں اور دستار بندی کر دیتے ہیں (لیکن) غور کرنا چاہئے کہ دستار بندی کی رسم واقع میں اساتذہ مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے، جب اس کی حقیقت یہ ہے تو جو شرائط شہادت کے ہیں وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا علم اور یقین ہو جس کی شہادت دے رہا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ تا کہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکا دینے کا گناہ نہ ہو اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔ اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہئے کہ (یہ شخص جس کو سند دی جا رہی ہے) مقتدا فی الدین بننے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر علماءِ حاضرین کو اس پر پورا اطمینان ہو اور اس کی علمی و عملی حالت قابلِ قناعت ہو تو دستار بندی بہت

خوب (اچھی) رسم ہے کہ اس میں ناواقفوں کے روبرو اظہار ہوجاتا ہے بشرطیکہ تکلفاتِ زائد جس میں کہ ریاء واسراف لازم آئے نہ کئے جائیں اور بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جائے نہ سند دی جائے کہ بجز اضلال خلق (مخلوق کو گمراہ کرنے کے) اس کا اور کیا ثمرہ ہے (تحفۃ العلماء ج ا ص ۱۱۶ بحوالہ اصلاح الرسوم ص ۱۵۵)

ایک طرف تو سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت کی شرعی حیثیت کو دیکھئے اور دوسری طرف آج کل کے عام فارغ التحصیل اور دستارِ فضیلت حاصل کرنے والے طلبہ کی حالت کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ آج کل اکثر و بیشتر اس سلسلہ میں شرعی قواعد وضوابط کی پابندی میں بہت کمی پائی جاتی ہے۔

ہر سال بڑے بڑے جلسے منعقد کر کے تھوک کے حساب سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت کا اجراء ہوتا ہے، اس کی حقیقت اور مقصد کو تو شاید سوچنے اور سمجھنے کی نوبت بھی نہ آتی ہو، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اکثر مقامات پر یہ ایک طرح کی رسمِ محض بن کر رہ گئی ہے۔

طالب علموں کی علمی و عملی حالت سے قطعِ نظر اور صرفِ نظر کر کے صرف مخصوص مدت کا نصاب الٹا سیدھا پڑھ لینے اور کورس پورا کر لینے کو کافی سمجھ لیا گیا ہے، اور صرف اسی بنیاد پر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت فراہم کر دی جاتی اور نااہل طلبہ کو عوام کے سامنے رہبر اور پیشوا بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے اور پھر اس پر خوشی اور اطمینان کا اظہار بھی کیا جاتا ہے کہ صاحب اس مرتبہ اتنی اور اتنی تعداد میں طلبہ کو سندات فراہم کی گئیں اور اتنے طلبۂ کرام کو دستارِ فضیلت دی گئی اور دورۂ حدیث شریف سے اتنی تعداد طلبہ کی فارغ ہوئی۔

بعض اوقات طلبہ کی تعداد کم ہونے کی صورت میں مصنوعی حضرات کو عوام کے سامنے فاضل و فارغ بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت ایسے حضرات کے ہاتھوں سے دلوائی جاتی ہے جن کو متعلقہ طلبہ کی علمی و عملی حالت کا پوری طرح علم نہیں ہوتا، کیونکہ عموماً دوسری جگہ سے کسی بڑے بزرگ اور مشہور شخصیت کو بلا کر ان کے ذریعہ سے یہ خدمت انجام دلوائی جاتی ہے اور دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ جناب بزرگوں کے ہاتھوں سے یہ کام انجام دلانے میں برکت ہوگی۔ بلاشبہ بزرگوں کے ہاتھوں میں برکت ہوتی ہے اس کا انکار نہیں، لیکن یہ بھی تو غور کرنا چاہئے کہ شرعاً یہ شہادت اور گواہی کا حکم رکھتی ہے اور اجنبی شخص کو گواہی دینا ممکن نہیں اور آج کل کے حالات میں متعلقہ مدارس کے مہتممین پر اعتماد بھی کافی نہیں۔

بے شمار حضرات نے تو جلسۂ دستار بندی اور دستارِ فضیلت کو تشہیر کا ایک ذریعہ بنالیا ہے، اسی لئے دورہ کے طلبہ کی مختلف طریقوں سے وظیفوں وغیرہ کے ذریعہ سے راغب کرکے اپنی طرف ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں، جس کے سہارے کارگزاری میں مبالغہ اور غلط بیانی کا بھی مشاہدہ ہے بس کسی نہ کسی طرح لوگوں سے چندہ حاصل کرنا اور ان پر اثر ڈالنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اشتہارات میں سندِ فضیلت حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

ختمِ بخاری کے مواقع پر عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ تکلفات سے کام لیا جاتا ہے، مدارس اور دارالاقامہ کے کمروں کی زیب و زینت میں بے انتہا غلو کیا جاتا ہے، شادی بیاہ کی طرح رسمیں ہوتی ہیں، سندِ فراغت ملنے والوں کو دولہا بنایا جاتا ہے، گلے میں پھولوں اور نوٹوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں، سجی ہوئی گاڑیوں میں بٹھا کر لایا جاتا ہے، رشتہ دار اور کنبہ و برادری کے بے شمار لوگوں کے جمع کرنے اور ان کے کھانے پینے اور قیام کے انتظام کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ان خراجات کو پورا کرنے کا اگر اپنے پاس انتظام نہیں ہوتا تو کسی سے قرض لے کر ان تکلفات کو پورا کیا جاتا ہے، کئی مقامات پر تصاویر سازی کی لعنت کے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں۔

ان علمائے کرام اور مہتممین حضرات سے گزارش ہے کہ کیا قرآن وحدیث اور درسِ نظامی کی کسی کتاب میں ان ہی رسموں اور تکلفات کی تعلیم دی گئی ہے؟ اور کیا ہمارے اکابر اور بزرگوں کا یہی طریقہ اور طرزِ عمل تھا جو آج ہمارا ہے؟ ہم کس طرح ان اکابرین اور بزرگانِ دین کی طرف اپنی نسبت کررہے ہیں؟ ہمارے کونسے طرزِ عمل سے بزرگانِ دین کی اتباع ظاہر ہورہی ہے؟ کیا جن بزرگوں کی طرف ہم آج اپنی نسبت کرکے اپنے آپ کو عوام کے سامنے پیش کررہے ہیں، ان کی یہی تعلیم ہے؟ کیا ہم ان بزرگوں کی طرف سے قیامت کے دن اپنے گریبانوں کو پکڑے جانے کا خوف دل میں نہیں رکھتے؟ آخر کونسی چیز ان رسموں اور تکلفات میں پڑنے کی دعوت دیتی ہے؟ اللہ کے واسطے کچھ خوف کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ اور فہم کی سلامتی عطا فرمائیں۔

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

میرے ظاہر کو الٰہی ٹھیک کر اور ہو ظاہر سے باطن خوب تر
ہوں نہ گمراہی میں میں خود مبتلا اور نہ دوں گمراہ اوروں کو بنا

علم کے مینار مولانا محمد امجد

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اوران کے مجدِّدانہ کارنامے

کہیں مدتوں میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا نظام میخانہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ کو قیامت تک کے لئے تمام جن وانس کی ہدایت کے واسطے نبی ورسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو ایسا سدابہار دینِ فطرت اور زندہ جاوید شریعت کا نظام عطا فرمایا جو آپ کی نبوت کی طرح قیامت تک سرسبز وشاداب اور قائم ودائم رہے گا۔ یہ دین اپنے جانفروش پیروکاروں اور نبی علیہ السلام کے سچے ومخلص نائبین اور متبعین کی سرفروشیوں اوراولوالعزمیوں کے ذریعے پت جھڑ اورخزاں کے بڑے بڑے تاریک ادوار کاٹ کر ہر زمانے میں نئی آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دین کو عجیب وغریب محیر العقول خصوصیات سے نوازا ہے، منجملہ ان خصوصیات وامتیازات کے ایک خصوصیت جو اس دین کی اپنی اصلی شکل میں بقاء وحفاظت کے متعلق ہے اس حدیث میں بیان ہوئی ہے ''اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُھَا دِیْنَھَا'' ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر (شروع میں) ایسے لوگ بھیجیں گے جوامت کے لئے اس کے دین کی تجدید کریں گے۔ مجددیت کا یہ شرف کبھی ایک فرد کوحاصل ہوتا ہے کبھی ایک جماعت کو کہ اس جماعت کے مختلف افراد دین کے ایک ایک شعبے کو چن کر اس میں پیدا ہونے والے علمی، عملی بگاڑ کی اصلاح فرماتے ہیں مثلاً کسی نے ایمانیات وعقائد کے شعبے کو اپنا کر اس میں فاسد خیالات اور گمراہ کن نظریات جو دین کے نام پر درآئے ہیں ان کی اصلاح کو اپنی تگ وتاز اوراولوالعزمیوں کی آماجگاہ بنالیا تو کسی نے عبادات ومعاملات وغیرہ کو اور کسی نے حکومت وسیاست کو احادیث کے بعض شارحین نے تو اپنے اپنے علم اور تحقیق کی بنیاد پر ہر ہر صدی کے مجددین کی نشاندہی فرما کر ان کی فہرست تک اپنی کتابوں میں درج فرمائی ہے اوران اصحاب عزیمت دوسری صدی کے سرے پر سرفہرست عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو رکھا ہے، کیونکہ پہلی صدی میں تو خود آفتاب رسالت کی ضیا پاشیاں دنیا کو منور کررہی تھیں اور آپ کی فیض یافتہ، صحابہ کی قدوسی جماعت نجوم ہدایت بن کر آفاق عالم پر جگمارہی

تھی ۔

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کے فسانے میں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تجدیدی کارنامے اور آپ کی ملکوتی صفات تو اتنی زیادہ ہیں کہ آپ کی سوانح اور حالات پر مستقل مفصل ومختصر کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں مختصراً آپ کے اوصاف وکمالات ذکر کئے جاتے ہیں۔

آپ خلیفہ مروان (خلافت بنوامیہ کا بانی جو یزید کے بعد خلافت پر قابض ومتمکن ہوا) کے پوتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی حضرت ام عاصم کے بیٹے تھے اس طرح آپ کی رگوں میں فاروقی خون دوڑ رہا تھا اسی کا اثر تھا کہ آپ نے اسلامی سلطنت کو جس پر بنوامیہ نے ملوکیت کی چھاپ لگا دی تھی دوبارہ خلافت سے بدل دیا اور خلافت راشدہ کے قدم بقدم کر دیا، چنانچہ بہت سے مورخین نے آپ کی خلافت کو خلافت راشدہ کے ساتھ ملایا ہے۔آپ کی والدہ ام عاصم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عاصم کی صاحبزادی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک رات گشت پر تھے کہ ایک گھر سے کسی عورت کی آواز آئی جو اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کا کہہ رہی تھی بیٹی نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین نے اس کی ممانعت کی ہے، ماں کے یہ کہنے پر کہ امیر المومنین کو کیا خبر ہوگی؟ بچی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بچی کی یہ گفتگو اتنی پسند آئی کہ صبح کو اس بچی کی تحقیق کی پتہ چلا کہ قبیلہ بنی ھلال کی لڑکی ہے تو اپنے بیٹے حضرت عاصم کو اس لڑکی سے نکاح کرنے کا فرمایا، اور یہ فرمایا کہ وہ بچی یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے بطن سے ایک شہسوار پیدا ہو جو تمام عرب کی قیادت کرے، چنانچہ حضرت عاصم کے نکاح میں اس عورت کے بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں جن کا نکاح مروان کے چھوٹے بیٹے عبدالعزیز سے ہوا اور ان سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے، اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔آپ کی پیدائش ۶۱ھ میں ہوئی، صفر ۹۹ء میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا، سلیمان نے موت سے پہلے رجاء بن حیوہ (مشہور محدث جلیل القدر تابعی) کے مشورے سے آپ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور اپنی زندگی میں ہی رجاء کے ذریعہ آپ کے لئے لوگوں کی رضامندی وخوشی سے بیعت بھی لے لی، عمر بن عبدالعزیز خلافت سے پہلے ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گورنر بھی رہ چکے تھے اور یہ گورنری اس شرط پر قبول کی تھی کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح

کسی قسم کے ظلم وزیادتی پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔اس وقت آپ نعمت وشوکت اور شاہانہ آب وتاب رکھتے تھے۔گورنری کے زمانہ میں مسجد نبوی کی تجدید وتعمیرِ نو آپ کا اہم کارنامہ ہے۔

خلیفہ بننے کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ دیا اس میں فرمایا:

''لوگو! جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اس کی اطاعت تم پر فرض ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت واجب نہیں جب تک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں اس وقت تک تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔

اسلام کا نظام حکومت نبی علیہ السلام کا نائب بن کر آپ کے مقرر کردہ طریقے پر مسلمانوں کی قیادت کرنا ہے جس میں قدم قدم پر صاحب علم وفضل مسلمانوں کا مشورہ شامل ہو اس کو خلافت علی منہاج النبوہ کہتے ہیں اور خلافتِ راشدہ کا زمانہ اسی کا نمونہ تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیش نظر اسی خلافت راشدہ کا احیاء اور اس کو زندہ کرنا تھا کیونکہ آپ سے پہلے کے اموی خلفاء نے اسے بادشاہت اور ملوکیت سے بدل دیا تھا جس میں بادشاہ کا حکم ہی حرف آخر ہوتا ہے اس کی خواہشات ہی کا نام قانون ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔خلافت کو دوبارہ اپنی اصل شکل پر واپس لانا جان جوکھوں کا کام تھا جس کے لئے نہایت مضبوط ایمان، بلند ہمت اعلیٰ درجے کی جرأت اور بڑے دل گردے کی ضرورت تھی، عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ بن کر ہمتِ مردانہ اور جرأت رندانہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس پُر خار وادی میں قدم رکھا اور پہلے دن سے انقلابی اقدامات اور مجددانہ فیصلے شروع کئے۔سب سے پہلے شاہی خاندان بنوامیہ کے ایک ایک فرد سے وہ جاگیریں واپس لینی شروع کیں جو مسلمانوں کے بیت المال کے اجتماعی اثاثے تھے لیکن اموی خلفاء نے ان کو ذاتی جاگیر کی طرح سب خویش واقارب میں بانٹ رکھا تھا، اور شاہی خانوادے کے افراد کے بیت المال سے بڑے بڑے وظائف مقرر تھے اور نوبت بنوبت یہ سلسلہ تمام والیان وعمال حکومت تک پھیلا ہوا تھا۔آپ نے اپنے گھر سے ابتدا کی اپنی اہلیہ فاطمہ (جو عبدلملک کی بیٹی تھی) کے گلے میں وہ ہار بھی نہ چھوڑا جو نکاح کے موقعہ پر باپ نے تحفہ میں دیا تھا جو کہ نہایت قیمتی ہار تھا، وہ بھی بیت المال میں جمع ہوا، پھر تمام خاندان والوں کو جمع کر کے فرمایا۔

''بنومروان تم کو شرف ودولت کا بڑا حصہ ملا ہے میرا خیال ہے امت مسلمہ کا نصف یا دوتہائی

مال تمہارے قبضہ میں ہے''

شاہی خانوادے نے آپ کے ارادے بھانپ لئے، بڑے بگڑے، سٹپٹائے لیکن مرد خدا کے آگے کسی کی کچھ پیش نہ گئی، پھر مسلمانوں کے مجمع عام میں شاہی جاگیروں کی بحکم سرکار ضبطی کا سرعام فیصلہ سنا دیا اور وہ تمام دستاویزیں جو ان عطایا اور بخشش کی سندیں تھیں منگوا کر قینچی سے کاٹتے گئے۔شاہی خاندان کے بعد یہ سلسلہ تمام ممالک وصوبہ جات میں پھیلا دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد سے اب تک ظالمانہ طریقہ سے جو کچھ غصب کیا گیا تھا ایک ایک کر کے سب اصلی مالکوں کو یا ان کے ورثاء کو واپس کر دیا گیا، تمام شاہی امتیازات جو سابقہ خلفاء کے زمانے سے پروٹوکول کے طور پر خلفاء کے لئے جاری وساری تھے، خدم وحشم، سواریاں، باندیاں خیمے، شاہی ملبوسات و پوشاکیں سب سلسلے بیخ وبن سے اکھاڑ دیئے، سب کچھ بیت المال میں جمع ہوگیا، مظالم کے انسداد، ناجائز ٹیکسوں کی منسوخی، انصاف اور جود وسخا کی وجہ سے رعایا خوشحال وآسودہ حال ہوگئی، افلاس کا نام ونشان تک نہ رہا صدقات لینے والے اب دوسروں کو دینے لگے، سیاست کا قبلہ درست کرنے اور لوگوں کے مادی ومعاشی نظام کو عدل وانصاف اور جود وسخا کے ساتھ منظّم کرنے کے بعد احیائے شریعت واشاعت دین کی طرف متوجہ ہوئے قاضی ابوبکر بن حزم والی مدینہ کو لکھا جس کو امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے ''اُنْظُرْ مَاکَانَ مِنْ حَدِیْثِ رِسُوْلِ اللّٰہِ فَاکْتُبْہُ فَاِنِّیْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِھَابَ الْعُلَمَاءِ'' (بخاری کتاب العلم) کہ نبی علیہ السلام کی ایک ایک حدیث کو چھان بین کر کے جمع کرو اور مرتب کرو کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ایک ایک کر کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔لوگوں کو چاہئے کہ عمومی پیمانے پر علم کی اشاعت کریں، تعلیم کے لئے حلقہ درس میں بیٹھیں تا کہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں، ایک اور عامل کو لکھا کہ لوگوں کو حکم دو کہ وہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مردہ ہوچکی ہے، جو علماء اشاعت علم کے اس مقدس کام میں مشغول تھے ان کے وظائف جاری کر کے ان کو فکر معاش سے مطمئن کر دیا، دورافتادہ ممالک میں علم دین کی اشاعت کے لئے علماء بھیجے، حدیث، فقہ، قرأت ہر ہر علم کے ماہرین کو ممالک اسلامیہ کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کو اسلام کی دعوت دینے کا نظام قائم فرمایا جس کے نتیجے میں ہزاروں غیر مسلم خلافت کے ماتحت تمام اسلامی ممالک اور صوبوں میں فوج درفوج مسلمان ہونے لگے، جزیہ جو غیر مسلموں سے ان کی جان ومال کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا تھا اس میں کمی آئی، بعض صوبوں کے والیوں نے اس کی اطلاع بھیجی

کہ ذمیوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بیت المال کی آمدنی جو جزیہ کی صورت میں ہوتی تھی گھٹ گئی۔ آپ نے جواب دیا رسول ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے جزیہ لینے کے لئے نہیں۔ آپ کے زمانہ میں اسلام کی غیر معمولی اشاعت ہوئی، خیر و برکت عام ہوئی پوری اسلامی دنیا امن وامان کا گہوارہ بن گئی، عہد نبوت کا نقشہ زندہ ہو گیا، گھر گھر میں دینداری کا چرچا ہوا، علوم کی گرم بازاری ہوئی، احادیث کو مدون ومرتب کرنے کا حکم نامہ تمام صوبوں میں بھیجا تو علماء ومحدثین سنتوں کو محفوظ کرنے اور نبی علیہ السلام کی ایک ایک حدیث کو تلاش کر کے لکھنے اور جمع کرنے کے کام میں لگ گئے، قاضی ابوبکر بن حزم، امام زہری وغیرہ ائمہ حدیث نے اس کوشش میں عزیمت کی داستانیں رقم کیں، گھر گھر جاتے، ایک ایک عالم کے پاس پہنچتے، جس کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس کے پاس نبی علیہ السلام کی کوئی حدیث ہے اس کے پاس پہنچتے، اس طرح کتب حدیث کی تدوین کا کام عملی پیمانے پر شروع ہوا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ صدقہ جاریہ پھر بڑھتا ہی رہا، حتیٰ کہ مؤطا وصحاح ستہ وغیرہ معرکۃ الآراء ولافانی کتب حدیث کی تدوین وتصنیف تک نوبت پہنچی اور نبی علیہ السلام کی ایک ایک حدیث محفوظ ہو گئی، دو سال پانچ مہینے چودہ دن خلافت راشدہ کی بہاریں چمنستانِ اسلام کو عطا کرنے کے بعد ناموس ملت کا یہ محافظ ۲۵ ؍ رجب سن ۱۰۱ھ کو محبوب حقیقی سے جاملا۔ ؎ آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی شاہانہ کرامت

حاکم جب نیک مزاج، انصاف پرور اللہ کا فرمانبردار اور رعایا پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے اچھے اثرات کائنات کے پورے نظام پر پڑتے ہیں، اگر ظالم اور بدبخت ہوتا ہے تو اس کی نحوست بھی عام ہوتی ہے، اس کا اندازہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے وقت پیش آنے والے اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایران کے صوبہ کرمان میں ایک چراگاہ میں بکریاں، شیر، بھیڑیے ایک ساتھ چرا کرتے اور ایک گھاٹ سے پانی پیتے تھے، کبھی ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہوتے تھے، ایک دن اچانک خلافِ عادت بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا۔ صاحب بصیرت چرواہے نے خبر دی کہ کوئی رجل صالح (نیک انسان) دنیا سے اٹھ گیا، معلوم کیا تو پتہ چلا عین اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی تھی (البدایہ والنہایہ، تاریخ ملت ج ۱، سیرت عمر بن عبدالعزیز، سیر الصحابہ ج ۷۔ فتح الباری ج ۱۔ رحمت دو عالم اور اسلامی اخلاق)

تذکرۂ اولیاء مولوی طارق محمود

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خیر التابعین اویس قرنی رحمہ اللہ

حضور اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے غائبانہ طور پر ''خیر التابعین'' کا لقب پانے والے حضرت اویس بن عامر قرنی رحمہ اللہ کا تعلق یمن سے تھا، آپ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی پیدا ہو چکے تھے، لیکن بوڑھی والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے تھے، اویس قرنی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی حضور ﷺ کی زیارت کی تمنا اور خواہش میں گزار دی، ان کا جسم اگر چہ یمن میں تھا لیکن ان کی روح مدینہ منورہ کی گلیوں میں ہوتی تھی، کیونکہ حضور ﷺ سے آپ کو خصوصی تعلق بلکہ عشق تھا اور حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے سے معلوم ہو چکا تھا کہ اویس قرنی آپ پر ایمان لا چکے ہیں، اور آپ ﷺ کی زیارت کے لئے بے چین ہیں اس لئے حضور ﷺ کو بھی آپ سے خصوصی تعلق پیدا ہو گیا تھا، ان کے متعلق آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

> ''اے عمر! قبیلۂ مراد (یمن) کا ایک شخص جس کا نام اویس ہے، یمن کی امداد کے ساتھ تمہارے پاس آئے گا، اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، سب مٹ چکے ہوں گے، صرف درہم کے برابر ایک داغ باقی ہوگا، اس کی ماں زندہ ہے اور وہ اس کی دل وجان سے خدمت کرتا ہے اور جب وہ کسی بات پر قسم کھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی بات پوری کر دیتے ہیں، اگر تم کو اس سے دعا لینی ہو تو ضرور اس سے دعا کر والینا'' (صحیح مسلم باب فضائل اویس القرنی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے منتظر رہے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی گذر گئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آ گیا، ایک دن یمن سے فوجی امداد آئی جس میں مال واسباب کے علاوہ مجاہدین کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں اویس قرنی رحمہ اللہ کو پالیا، آپ نے پوچھا: کیا آپ کا نام اویس بن عامر ہے؟ جواب ملا: ہاں! میں اویس ہوں۔ پوچھا کیا آپ کی والدہ زندہ ہیں؟ جواب دیا: ہاں۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے ان سے حضورﷺ کا وہ ارشادِ مبارک نقل کر کے ان سے مغفرت کی دعا کی درخواست کی، حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ نے حضورﷺ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: کوفہ شہر جانا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کی ضروریات کے لئے کوفہ کے حاکم کو لکھ دیتا ہوں وہ آپ کی ضرورتیں پوری کر لیں گے۔ حضرت اویس قرنی نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، بلکہ مجھے عام مسلمانوں کی طرح رہنا پسند ہے، میں اپنا اسی طرح گذارہ خود کر لوں گا۔

اس واقعہ کے ایک سال بعد کوفہ کا ایک امیر شخص حج کے لئے آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی رحمہ اللہ کی حالت کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیسے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ نہایت تنگ دستی اور غربت کی حالت میں ہیں، عام مسلمانوں سے دور ایک بوسیدہ مکان میں رہتے ہیں، نہ کسی سے ملاقات کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کو ملاقات کا موقعہ دیتے ہیں، اسی وجہ سے لوگ بھی ان سے غافل ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے سامنے حضورﷺ کا وہ ارشادِ مبارک نقل کیا، جو آپﷺ نے اویس قرنی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا تھا، چنانچہ وہ شخص واپس ہوا، تو پہلی فرصت میں اویس قرنی رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور ان سے اپنے حق میں دعا کی درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی، حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آرہے ہیں اس لئے آپ میرے لئے دعا کریں، اس کے بعد اویس قرنی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ کیا تم نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام بھی کہا ہے، اس گفتگو کے بعد اویس قرنی رحمہ اللہ نے دونوں کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی (صحیح مسلم باب فضائل اویس القرنی)

اویس قرنی رحمہ اللہ اپنے آپ کو اہل دنیا سے دور رکھنے کے لئے خستہ حال رہا کرتے تھے، اکثر اوقات بدن ڈھانکنے کے لئے کپڑا تک نہ ہوتا تھا، بعض لوگ انہیں فقیر سمجھ کر کپڑے دے دیا کرتے تھے، اگرچہ یہ لوگوں سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے، لیکن ان کی روحانیت لوگوں کو کھینچ کھینچ کر ان کے قریب لاتی تھی۔

ایک تابعی شیخ ہرم بن حیان رحمہ اللہ ان سے اپنی ملاقات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں ان کی زیارت کے لئے کوفہ شہر پہنچا ہر جگہ دریافت کیا کچھ پتہ نہ چلا، معلوم ہوا کہ وہ بہت کم شہر تشریف لایا کرتے ہیں، میں ان کی تلاش میں کئی دن پھرتا رہا، آخر ایک دن نہر فرات کے کنارے پہنچا تو دیکھا

ایک شخص نہر کے کنارے وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھو رہا ہے، چونکہ میں ان کے اوصاف سن چکا تھا اس لئے میں نے ان کو فوراً پہچان لیا، کچھ بھاری بدن، گندمی رنگ، بدن پر بال زیادہ، سر مونڈا ہوا، گھنی داڑھی، جسم پر صوف (ایک قسم کا موٹا کپڑا) چہرہ پُر وقار قسم کا، میں آگے بڑھا اور سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا اویس تم پر اللہ کی رحمت ہو کیا حال ہے؟ فرمایا! اللہ کا شکر و احسان ہے زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انتظار ہے، اس دنیا سے اس کے علاوہ کوئی اور مطلب نہیں۔ میں نے اویس قرنی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنا دیں تاکہ میں یاد رکھوں؟ فرمایا: میں حضور ﷺ کی زیارت نہیں کر سکا، البتہ آپ ﷺ کو دیکھنے والوں کی صحبت پائی ہے اور آپ حضرات کی طرح حدیثیں بھی سنیں ہیں، لیکن میں اپنے لئے یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتا کہ میں محدث، مفتی، یا قاضی بنوں، مجھے اپنے نفس کی اصلاح کے بہت سے کام کرنے ہیں، وہی پورے ہو جائیں تو غنیمت ہے۔ شیخ ہرم فرماتے ہیں میں نے ان سے گذارش کی کہ پھر قرآن کریم کی ہی کوئی آیت سنا دیں، میری اس درخواست پر اویس قرنی رحمہ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھا اور اچانک چیخ مار کر رو پڑے، پھر فرمایا میرے رب کا ذکر بلند ہے، اس کا کلام سب سے اچھا اور سچا ہے، اس کے بعد سورۃ ص کی آیت نمبر ۲۷ ''وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلاً'' تلاوت فرمائی اور خاموش ہو گئے، پھر کچھ دیر بعد فرمایا:

> ہرم بن حیان! تمہارے ماں باپ مر چکے ہیں، عنقریب تم کو بھی مرنا ہے، سیدنا آدم اور ان کی بیوی حوّا، سیدنا نوح، سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن نے وفات پائی، سیدنا موسیٰ کلیم اللہ، سیدنا داؤد خلیفۃ اللہ، سیدنا عیسیٰ روح اللہ سب نے وفات پائی اور آخر میں سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ بھی رخصت ہو گئے، پھر خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، اور میرے بھائی عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی گزر گئے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت تک زندہ تھے اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا، اس لئے میں نے کہا: خدا آپ پر رحم کرے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور فرمایا ٹھیک ہے، میں نے جو کہا ہے ویسا ہی ہے، تم بات سمجھو تو معلوم ہوگا کہ ہم سب مردہ ہیں، مرنے والوں کو زندہ کہنا کہاں تک درست ہے۔

اس کے بعد اویس قرنی رحمہ اللہ نے حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا اور چند دعائیں پڑھ کر فرمایا:

اے ہرم بن حیان! قرآن مجید کی تلاوت اور نیک لوگوں کی زیارت اور ملاقات اور حضور ﷺ پر درود وسلام کی کثرت میری وصیت ہے، میں نے اپنی اور تمہاری سب کی موت کی خبر دی ہے اس لئے موت کو ہمیشہ یاد رکھنا، اور اس سے ایک لمحہ غافل نہ رہنا، واپس جا کر اپنی جماعت کو خبردار کرنا، دنیا کی نعمتوں پر مغرور نہ ہونا، یہ سب آنے جانے والی چیزیں ہیں جو ختم ہونے والی ہیں ان سے محبت کا کیا فائدہ؟ تھوڑی دنیا پر راضی ہو کر آخرت کی تیاری کرنا بہت بڑے عالم کی تیاری ہے۔

آپ کی عبادت اور ریاضت کا یہ حال تھا کہ رات بھر نہیں سوتے تھے، ان کا معمول تھا کہ ایک رات قیام میں دوسری رات رکوع میں اور تیسری رات سجدہ میں گذارتے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان سے ملنے گیا دیکھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد ذکر و تلاوت میں مشغول ہیں، میں اس خیال سے کہ ان کی عبادت میں حرج نہ ہو، ان کا انتظار کرنے لگا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا اور وہ برابر اسی میں مشغول رہے اور میں واپس ہو گیا، دوسرے دن بھی ان کا یہی معمول رہا، میں نے ان کی دعاؤں کے یہ کلمات سنے ''الٰہی میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں''

آپ باوجودیکہ اتنے تنہائی پسند تھے اور لوگوں سے دور بھی رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کبھی نہیں چھوڑا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: اچھا ہوں۔ پھر پوچھا: لوگوں کا آپ کے ساتھ کیا طرز عمل ہے؟ فرمایا: یہ سوال تم اس شخص سے کرتے ہو جس کو شام کے بعد صبح کی اور صبح کے بعد شام کے ملنے کی امید نہیں، میرے بھائی! موت نے کسی شخص کے لئے بھی خوشی و مسرت کا موقع باقی نہیں رکھا، میرے بھائی! اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے بعد سونے چاندی کی کوئی قیمت نہیں رہی، میرے بھائی! نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے نے کوئی دوست باقی نہیں رکھا، میرے بھائی! دعوت و تبلیغ پر لوگوں نے ہم کو اپنا دشمن بنالیا، میرے بھائی! اللہ کی قسم لوگوں کا یہ رویہ مجھ کو حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ زمانۂ دراز تک لوگوں سے روپوش رہے، اور کسی نے ان کی حقیقت کو نہیں پہچانا، لیکن جب ان کی حقیقت لوگوں پر کھلی تو وہ ایسے روپوش ہوئے کہ پھر کسی نے ان کو نہیں پایا، ایک عرصہ بعد جنگ صفین ۳۷ھ میں ان کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔

پیارے بچو! ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

بجلی کا کرنٹ اور بچوں کا پُر اسرار قتل

پیارے بچو! تم نے اپنے گھر میں دیواروں پر بجلی کی تار بچھی ہوئی دیکھی ہوگی ، ورنہ جگہ جگہ بجلی کے بورڈ اور سوئچ تو لگے ہوئے ضرور ہی دیکھے ہوں گے ، تمہیں معلوم ہے کہ بجلی کی تاروں اور ان کے بٹنوں میں کرنٹ ہوتا ہے اور جو چیزیں بجلی کے ساتھ چلتی ہیں وہ بھی کرنٹ ہی سے چلتی ہیں ، جیسا کہ بلب ، پنکھا ، ٹیوب لائٹ ، فریج ، ڈیفریجر ، واشنگ مشین ، جوسر مشین ، ایئر کولر ، پانی کا موٹر ، بجلی کا واٹر کولر ، استری وغیرہ۔

اور جب تک ان چیزوں میں کرنٹ نہ پہنچے تو یہ چیزیں چل نہیں سکتیں ، اور کرنٹ اگر چہ ان چیزوں کے اندر ہوتا ہے ، لیکن بعض دفعہ ان چیزوں کے اوپر بھی کرنٹ آ جاتا ہے ، اور بچو! تم یہ بھی جانتے ہو کہ بجلی کے کرنٹ سے جہاں بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اور بہت سے فائدے ہوتے ہیں وہاں یہ کرنٹ بہت خطرناک بھی ہوتا ہے ، ذرا سی دیر میں انسان اس کے حملے سے مر کر ختم بھی ہو جاتا ہے۔

تم نے بہت سے واقعات سنے ہوں گے کہ کسی کو واشنگ مشین سے کرنٹ لگ گیا اور فوت ہو گیا ، کسی کو پنکھے سے کرنٹ لگ گیا اور مر گیا ، کسی کو فریج یا ڈیفریجر سے کرنٹ لگا اور ختم ہو گیا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات اخباروں میں آتے رہتے ہیں ، ذرا سی غفلت میں انسان کی جان چلی جاتی ہے۔

جب کسی انسان کو کرنٹ لگتا ہے تو وہ کرنٹ ایک دم پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور سارے جسم کا خون چوس کر انسان کو ختم کر دیتا ہے ، یا پھر ایک زوردار جھٹکا لگتا ہے اور انسان دور جا کر پڑتا ہے۔ پھر یا تو فوت ہو جاتا ہے یا ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ہمیشہ کے لئے معذور ہو جاتا ہے۔

جب کسی انسان کو بجلی پکڑ لے تو اگر کوئی دوسرا بندہ اسے ہاتھ لگائے وہ بھی ساتھ میں ہی چپک جاتا ہے اور اس طرح دوسرا بندہ بھی کرنٹ کی زد میں آ جاتا ہے پھر اگر اس دوسرے بندہ کو کوئی ہاتھ لگائے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

اس سے تمہیں اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا کہ بجلی کا کرنٹ کتنی خطرناک چیز ہے۔ اب تک دنیا میں لاکھوں بندے بجلی کا کرنٹ لگنے کی وجہ سے یا تو فوت ہو چکے ہیں ، یا پھر معذور ہو کر زندگی کے سکون سے محروم

ہو چکے ہیں۔کئی واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بہن بھائی کھیلتے کھیلتے کرنٹ لگنے سے ایک ساتھ ہی فوت ہوگئے۔

بچو! بجلی کے تار اور کرنٹ والی چیزیں کھیلنے کے لئے نہیں ہوتیں۔کھیلنے کے لئے اور بہت ساری چیزیں ہیں، بجلی اور کرنٹ سے کبھی بھی نہیں کھیلنا چاہئے ...... بہت سے بچے خواہ مخواہ بجلی کے بٹنوں اور سوئچوں میں انگلیاں لگاتے رہتے ہیں، بٹن کھول اور بند کر کے کھیلتے ہیں اور کسی دن کھیل کھیل میں ہی کام تمام ہو جاتا ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر ہمیں کسی وقت کرنٹ لگ گیا تو ہم فوراً وہاں سے ہاتھ ہٹا کر بھاگ جائیں گے ،مگر آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کرنٹ لگنے کے بعد ہاتھ ہٹانے اور بھاگنے کا موقع ہی نہیں ملتا، کرنٹ فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، فوراً سے پہلے ہی کام ہو جاتا ہے، اور آناً فاناً پورے جسم کا خون جل کر ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ بجلی کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے وہ آناً فاناً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بلب کا بٹن کتنی دور ہوتا ہے لیکن بٹن کھولتے ہی دور لگا ہوا، بلب چل جاتا ہے اور کچھ بھی دیر نہیں لگتی، دیکھئے کتنی جلدی کرنٹ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے، بعض بچے لوہے کی تار سے گڈی اڑاتے ہیں، اور لوہے کا تار کسی بجلی کے کرنٹ والے تار سے جا کر لگ جاتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے دور کھڑے بچے اپنی جگہ رہتے ہوئے ہی کرنٹ سے مر جاتے ہیں، بعض اوقات کرنٹ لگنے سے ایک زوردار جھٹکا لگتا ہے اور کرنٹ لگنے والا انسان کہیں سے کہیں جا کر پڑتا ہے، ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں۔

بچو! تمہیں چاہئے کہ کرنٹ والی چیزوں سے دور رہو، ان کو ہاتھ نہ لگاؤ، اگر کبھی بجلی کے بٹن کو ہاتھ لگانا پڑ جائے تو بھی بٹن کے اوپر والے حصہ کو انگلی لگاؤ اور پورا ہاتھ نہ رکھو، انگلی بھی سوئچ کے اندر نہ کرو، اگر ہاتھ گیلے ہوں تو بھی بجلی کے بٹن کو ہاتھ نہ لگاؤ، کیونکہ گیلے ہاتھوں میں کرنٹ بہت جلدی پہنچتا ہے، پانی خود بخود بجلی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ایسے وقت آپ کے پاؤں میں پلاسٹک یا ربڑ کی جوتی ہونی چاہئے، اس سے کرنٹ لگنے سے کافی حد تک حفاظت ہو جاتی ہے۔

بچو! جان بہت قیمتی چیز ہے، اس کے ہوتے ہوئے انسان سب کچھ کر سکتا ہے اور جان چلی جائے تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتا، اس لئے ....

خوب اچھی طرح سمجھ لو بچو! بجلی کے کرنٹ سے بچو

گھر سے باہر معصوم بچوں کا پراسرار قتل

پاکستان کے معروف شہر ''مریدکے'' میں تین مہینے کے اندر مسلسل پانچویں بچے کو ذبح کر کے ہلاک کر دیا گیا، تفصیلات کے مطابق 24 جولائی 2004ء، ۶ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ بروز ہفتہ صبح، تجمل حسین نام کا پانچ سالہ لڑکا گھر سے باہر کھیل رہا تھا کہ نامعلوم افراد نے اس بچے کے گلے کی شہ رگ کاٹ کر بے دردی سے ذبح کر کے راہ فرار اختیار کی، بچہ تڑپتا اور بلکتا ہوا اپنے گھر پہنچا جہاں اس کا والد محمد پرویز دیر سے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا، یہ بچہ اپنے والد کے قدموں میں آ کر گر پڑا، محمد پرویز نے نماز توڑ کر شدید خون میں لت پت زخمی حالت میں اپنے بچہ کو گود میں اٹھایا اور دیوانوں کی طرح باہر نکلا اور گھر کے باہر مقامی ڈاکٹر یعقوب کے پاس پہنچا، جس نے علاج سے جواب دے دیا، والد اپنے بیٹے کو اس حال میں رکشہ میں لے کر تحصیل ہیڈ کوارٹر پہنچا، مگر ہسپتال میں ڈاکٹر نہ ہونے اور بچہ کا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے پانچ سالہ تجمل حسین نے اپنے والد کی گود میں تڑپ تڑپ کر اور بلک کر جان دے دی، اس موقع پر محمد پرویز پاگلوں کی طرح دیواروں سے ٹکرے مارتا رہا، اور تجمل حسین کی والدہ کو بھی وقفہ وقفہ سے غشی کے دورے پڑتے رہے، محمد پرویز بیچارہ صرف تین دن پہلے ہی بورے والا ضلع وھاڑی سے یہاں آ کر کرایہ کے مکان میں منتقل ہوا تھا، اس واقعہ سے پہلے چار معصوم بچے (۱) رمضان (۲) تہمینہ (۳) تحسین (۴) حیدر، بھی اسی انداز سے ذبح کر کے ہلاک کر دیئے گئے تھے، واقعہ کے بعد مقامی لوگوں میں سخت خوف و ہراس پھیل گیا اور اپنے بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے روکنا شروع کر دیا (روزنامہ جنگ و اسلام، راولپنڈی 25 جولائی 2004ء، ۷ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ بروز اتوار)

ان واقعات سے گھر سے باہر پھرنے والے بچوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں

ظالموں کے شر سے تو ہم کو بچا — کر نہ اُن کا تختۂ مشقِ جفا
مجھ کو شیطانوں کی چھیڑوں سے بچا — مجھ سے شیطانوں کو رکھ دور اے خدا

بزمِ خواتین مولانا محمد امجد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

مسلمانوں کا معاشرتی بگاڑ اور خواتین (قسط ۱)

قابل احترام ماؤں بہنوں!

آپ نے کبھی سوچا ہے کہ افراد کے بننے اور بگڑنے اور معاشرے کی اصلاح وفساد میں آپ کا کتنا زیادہ عمل دخل اور کتنا بڑا حصہ ہے؟ ہر انسان خواہ مرد ہو یا عورت پیدائش، شیر خوارگی اور لڑکپن کے مرحلوں سے گذر کر ہی زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھتا ہے اور یہ مذکورہ تینوں مرحلے ایسے ہیں کہ اس پورے عرصہ میں جو کئی سالوں پر محیط زمانہ ہے اور بننے بگڑنے کی اصل عمر ہے بچہ زیادہ تر ماں کے رحم وکرم پر ہی پروان چڑھتا ہے اور ماں کے عادات، اخلاق، طور طریقوں اور مزاج کا اثر شعوری اور غیر شعوری دونوں طریقوں سے قبول کرتا چلا جاتا ہے، اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ہی اس کا مزاج پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، معاشرے اور قوم کی بنیادی اکائی یہی بچہ ہے، اور اس کی ذات کی تولید اور صفات کو تشکیل دینے والی اس کی ماں ہے، ماں جس سیرت وکردار والی ہوگی اس کا عکس بچے میں آئے گا اور بچے کی عادات وصفات کی چھاپ پورے معاشرے پر پڑے گی کیونکہ آج کا بچہ مستقبل کا معمار ہے آج کے بچے ہی کل کا معاشرہ ہیں یہ عورت کی معاشرہ کے اصلاح وفساد میں دخیل وذمہ دار ہونے کی پہلی بنیاد ہے کسی دانشور نے کیا خوب کہا تھا ''تم مجھے اچھی مائیں دے دو میں تمہیں اچھی قوم دے دوں گا''

معاشرے کے بگاڑ واصلاح میں عورت کے مؤثر محرک اور ذمہ دار عنصر ہونے کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ گھر کے اندر کا پورا نظام عموماً عورت کے سپرد ہوتا ہے جو کہ پوری زندگی کا آدھا نظام ہے کیونکہ انسان کی زندگی کا ایک حصہ گھر کے اندر کی خانگی ونجی زندگی کا ہے اور دوسرا حصہ گھر سے باہر کی زندگی کا ہے، انسان کی ایک حیثیت، وقعت اور قدر وقیمت گھر کے اندر کی زندگی میں ہوتی ہے اور ایک حیثیت، وقعت اور قدر وقیمت گھر سے باہر کی زندگی میں ہوتی ہے، اور ان دونوں زندگیوں میں عام طور پر گھر کے اندر کی زندگی کو اصلی زندگی سمجھا جاتا ہے، گھر کے باہر کی زندگی اکثر وبیشتر اسی داخلی زندگی کو پرسکون باطمینان اور فارغ البال بنانے کے لئے دوڑ دھوپ اور سعی ومحنت میں گذرتی ہے اور انسانی اقدار اور فطری رشتے اصلاً آدمی کے

گھریلو حیثیت سے ہی وجود میں آتے ہیں اور خانگی زندگی میں تشکیل پانے والی یہ انسانی قدریں مستقل، پائیدار اور سب میں مشترک و یکساں ہوتی ہیں، مثلاً انسان باہر کی زندگی میں بادشاہ ہے، گورنر ہے، لشکروں کا کمانڈر ہے، لوگوں کا پیشوا ہے، تعلیم گاہوں کا معلم ہے، بازار کا تاجر ہے، منڈیوں کا آڑھتی ہے، کھیتوں کا کسان و دہقان ہے، مویشیوں اور ریوڑوں کا گلہ بان و چوپان ہے، لیکن گھر کے اندر وہ باپ، بیٹا، بھائی یا شوہر ہے اور اس وصف میں بادشاہ وفقیر سب برابر ہیں، گھر کے اندر کے اس نظام میں خوشی غمی کی تقریبات، تعلقات ورشتوں کی بنیاد پر آپس میں میل جول، لین دین، ایک دوسرے سے تعاون، ہمدردی اور امداد باہمی کے کام اور دیگر معاشرتی واخلاقی ذمہ داریاں شامل ہیں۔ اصلاً تو شریعت نے گھر کے اس نظام میں بھی مرد ہی کو ذمہ دار ونگران بنایا ہے اور عورت کو اس کے مشورہ ورہنمائی میں گھر کا نظام چلانے کا پابند کیا ہے کیونکہ اصل فطرت کے لحاظ سے مردوں میں صبر وتحمل، بصیرت، مستقل مزاجی، بلند حوصلگی اور وسیع النظری کی صفات عورت کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہیں، عورتوں میں بالعموم جذباتیت، دل کی نرمی، سطحی ذہنیت کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ کسی بھی قسم کے اچھے برے حالات سے فوراً متاثر ہو کر اور حالات اور جذبات کی رو میں بہہ کر قدم اٹھا لیتی ہیں جس کے نتائج اکثر وبیشتر نقصان وبگاڑ کی شکل میں ہی ظاہر ہوتے ہیں اسی لئے شرعاً بھی اور عقلاً بھی گھر کے خانگی نظام کی درستگی اور خوبی اسی میں ہے کہ عورت مرد کی نائب، مشیر اور وزیر بن کر اس کی نگرانی اور سرپرستی میں سارا نظام بنائے اور چلائے خواہ وہ خوشی غمی کی تقریبات ہوں یا عزیز واقارب اور اڑوس پڑوس سے لین دین اور میل جول کے دیگر مواقع ہوں یا بچوں کی پرورش وتربیت کا مرحلہ ہو اور تقسیم کار کے اس فطری نظام کی کامیابی ظاہر ہے کہ اس بات پر موقوف ہوگی کہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے باہر کی طرح گھر کے اس نظام کا بھی نگران وذمہ دار بنایا ہے (جیسے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ (سورہ نساء) ترجمہ: ''مرد نگران ہیں عورتوں پر'' سے واضح ہے) وہ مذکورہ بالا مردانگی کی صفات کا حامل اور ضروری درجے میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا علم رکھتا ہو، ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے معاشرتی وگھریلو زندگی میں بھی حرام وحلال، جائز وناجائز اور صحیح وغلط کی تمیز اور پہچان ہو ورنہ گھریلو نظام میں اس کو فوقیت وتسلط حاصل بھی ہو تب بھی وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اسلام کے سنہری معاشرتی اصولوں کے مطابق وہ نظام نہ چلا سکے گا، بلکہ خواہشات کا غلام ہوگا اور معاشرہ میں جو چیز رائج ہوگی خواہ صحیح ہو یا غلط اسی سکہ رائج الوقت کو اپنائے گا کیونکہ جب آدمی شریعت کی

قید سے آزاد ہو اور خواہش نفس کا غلام ہو اور اجتماعی معاملات میں معاشرہ کی پیروی ہی اس کے نزدیک ہر فرض واجب سے بڑھ کر فریضہ شمار ہوتا ہو تو اس کی پالیسی یہ ہوتی ہے ؎

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

اگر چہ یہ چلنا کوے کی چال ہی کا مصداق ہو جو ہنس کی چال چل کر اپنی بھی چال بھول گیا تھا۔ جب شریعت سے آزاد رہ کر مرد کا یہ حال ہوگا تو عورت جب شریعت سے بیگانہ و بے خبر ہوگی اور پھر بدقسمتی سے گھر بار کے نظام میں ہر طرح آزاد و خود مختار بھی ہوگی تو وہ جو کچھ قیامت ڈھائے گی ، اور اسلام کے سنہرے معاشرتی اقدار میں تباہی مچائے گی وہ تو ظاہر ہی ہے ؎ عیاں را چہ بیاں

اور ہم مسلمانوں کی حرماں نصیبی ملاحظہ ہو کہ ہم ایک طویل عرصہ سے اسی خلاف شرع وخلاف فطرت وخلاف عقل معاشرتی نظام کو اپنائے ہوئے ہیں اور اس میں پوری طرح جکڑے ہوئے ہیں، اس سے بال برابر بھی آگے پیچھے ہونے سے ہماری ناک کٹتی، پگڑی اچھلتی، عزت خاک میں رلتی اور شرافت مٹی میں ملتی ہے ؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ کیسے مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

معزز ماؤں بہنوں آج کی اس مجلس میں مرض کی تشخیص اصولی درجہ میں پیش کی گئی ہے آئندہ مجلس میں انشاء اللہ مرض کے اثرات وعلامات اور پھر اس کا علاج پیش کیا جائے گا۔

شیطان بڑا مکّار ہے

لوگوں سے نہ ڈر ، اللہ سے ڈر ، کر لے انصاف ذرا بابا
جس رب کی روٹی کھاتا ہے، اس رب کے ہی گن گا بابا

اِن حسن برستے چہروں میں ، اک آگ ہے نافرمانی کی
نظروں کو جھکا ، اور دل کو بچا ، اللہ کا خوف جما بابا

شیطان بڑا مکار ہے سُن ، ہر رُوپ میں حملہ کرتا ہے
سنت کو پکڑ ، اور چوکس رہ ، دامن بدعت سے بچا بابا

جلوت میں گناہ نہ کرنے سے، تنہائی کا تقویٰ مشکل ہے
ذکر وفکر و دھیانِ رب سے ، لمحے خلوت کے سجا بابا

اک مرضی تیری مرضی ہے، اک مرضی رب کی مرضی ہے
رب کی مرضی پر تو اپنی ، مرضی کی بھینٹ چڑھا بابا

تن من سے رب کی عبادت کر، اس کے بندوں کی خدمت کر
لے سکتا ہے تو جس جس کی، لے لے اس اس کی دعا بابا

انیس احمد حنیف

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

پراویڈنٹ فنڈ کی اضافی رقم اوراس پر زکوٰۃ کا شرعی حکم

سوال: ......آج کل مختلف سرکاری ملازموں کی تنخواہ سے پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) کے نام سے مخصوص حصہ کاٹا جاتا ہے اور ریٹائرڈمنٹ کے بعد پھراس پر اضافی نفع لگا کر ملازم کو یہ رقم فراہم کی جاتی ہے، اس کو لینا جائز ہے کہ ناجائز اوراس پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: ......ملازم کی تنخواہ میں سے ہر ماہ مخصوص مقدار میں حکومت کی طرف سے جو کٹوتی لازمی اور جبری طور پر کی جاتی ہے اور پھراس رقم کو حکومت اپنے طور پر جمع کر کے رکھتی ہے اور ملازمت سے فراغت اور ریٹائرمنٹ کے بعد اصل جمع شدہ اوراس کے ساتھ مزید اضافی رقم ''انٹرسٹ'' کے نام سے ملازم کو دیتی ہے، اس اصل رقم اوراس پر اضافہ شدہ رقم کا ملازم کو حاصل کرنا اور استعمال کرنا جائز اور حلال ہے یہ اضافی رقم سود کے زمرے میں داخل نہیں، بلکہ ایک طرح کا انعام یا سب ملا کر ملازم کی تنخواہ کا حصہ ہے، اور حکومت یا لوگوں کی طرف سے اس اضافی رقم کو جو سود یا ناجائز نفع کا نام دیا جاتا ہے یہ غلط فہمی پر مبنی ہے، شرعی احکام کا دارومدار کسی چیز کی ظاہری صورت اور نام پر نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر لگتا ہے، اوراس اضافی رقم پر سود کی حقیقت صادق نہیں آتی، جس کی وجہ یہ ہے کہ جبری اور لازمی طور پر جو رقم حکومت کی طرف سے ملازم کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور حکومت اپنی مرضی سے اس کو جہاں چاہے رکھتی اور جو چاہے کرتی ہے اس پر ملازم کی ملکیت مضبوط طریقہ پر قائم نہیں ہوتی، اگرچہ یہ رقم ملازم کا حق ضرور ہوتی ہے مگر ملازم کا اس کو نہ کٹوانے اور کسی بھی وقت حاصل کر لینے پر اختیار نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ملازم نے اپنی رقم کسی دوسرے کو قرض دے کر اس پر سود حاصل کیا ہے، البتہ زیادہ سے زیادہ اسے ایسا حق قرار دیا جاسکتا ہے جسے شریعت کی زبان میں ''دینِ ضعیف'' کہا جاتا ہے۔

لہٰذا جبری اور لازمی طور پر ملازم کی تنخواہ سے مخصوص مقدار ”پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے“ کاٹ کر محکمہ کا اپنی مرضی سے استعمال کرتے رہنے کے بعد ملازم کو ملنے والی اصل رقم بمع منافع لینا جائز اور حلال ہے، خواہ حکومت نے اس رقم کو بینک یا کسی بھی جگہ رکھ کر نفع حاصل کیا ہو اور اپنے طور پر ملازم کے نام وغیرہ کے ساتھ پورا حساب بھی درج کر رکھا ہو۔ کیونکہ ملازم کا حکومت کے اس تصرف اور معاملہ سے کوئی تعلق نہیں اور اگر تعلق بھی مان لیا جائے تب بھی یہ رقم کیونکہ حکومت کے ذمہ ملازم کا دین ہے اور ابتداء سے ہی اصل تنخواہ پر اضافہ ہے، اور اس طرح کا اضافہ جائز ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس رقم پر ملازم کی مضبوط و مستحکم ملکیت قائم نہیں ہوتی اور یہ ”دَین ضعیف“ میں داخل ہے، اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس رقم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا یا حاصل ہو جانے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ملازم کے ذمہ لازم اور ضروری نہیں، البتہ رقم حاصل ہونے کے بعد اس پر آئندہ کے اعتبار سے زکوٰۃ کے احکام لاگو ہوں گے۔ لیکن اگر کسی محکمہ میں ملازم کو اپنی تنخواہ سے پراویڈنٹ فنڈ کے نام پر رقم کٹوانے نہ کٹوانے کا اختیار ہو، یا مخصوص جبری مقدار کے بعد مزید کچھ رقم اپنی مرضی سے کٹواتا ہو تو اس اختیاری کٹوتی کی مقدار پر ملنے والی اضافی رقم کا لینا اگرچہ صریح اور واضح سود تو نہیں ہے۔ لیکن اس میں سود کا شبہ ضرور پایا جاتا ہے، لہٰذا اس اضافی رقم کو نہ لینے میں ہی احتیاط و عافیت ہے اور اس اختیاری کٹوائی ہوئی رقم پر اکثر حضرات کے نزدیک گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی لازم نہیں لیکن بعض حضرات نے اس پر زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے، لہٰذا احتیاطاً زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو بہتر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، رسالہ ”پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ“ مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، اسلامی فقہ اکیڈمی ہند کے اہم فقہی فیصلے ص ۵۳ و احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۰)

اور اگر کسی محکمہ کے مخصوص قانون اور ضابطہ کے مطابق ملازم نے اپنے اختیار سے اپنے فنڈ کی رقم یہ اپنی ذمہ داری پر کسی بینک یا انشورنس کمپنی وغیرہ کے حوالہ کرا دی ہو تو پھر کیونکہ اس میں ملازم کا اختیار اور عمل و دخل حاصل ہو گیا اور اس کی وجہ سے یہ ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ خود اس رقم پر قبضہ کر کے بینک یا انشورنس کمپنی وغیرہ کے حوالے کر کے اس پر نفع حاصل کیا جائے لہٰذا اس صورت میں اضافی نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوگا، اور اس رقم کو حاصل کر لینے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ملازم کے ذمہ ضروری ہوگا (کذافی ”احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۷۰“ و ”انعام الباری، شرح بخاری ج ۶ ص ۴۴۹) فقط۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمد رضوان ۲۹/۶/۱۴۲۵ھ۔ دارالافتاء والاصلاح: ادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ م۔ر۔ن

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

رکعت چھوٹ جانے والے مقتدی نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا

جو مقتدی امام کے ساتھ بعد میں آ کر شریک ہوا۔ اور اس کی ایک یا زیادہ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں وہ مسبوق کہلاتا ہے۔ ایسے مقتدی کے لئے حکم ہے کہ وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ جب امام نماز مکمل کرنے کے لئے سلام پھیرے تو یہ اپنی نماز کا بقیہ حصہ مکمل کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے،

اگر ایسے مسبوق مقتدی نے امام کے سلام پھیرتے وقت خود بھی سلام پھیر دیا اور اس کو سلام پھیرتے وقت یہ یاد تھا کہ اس کے ذمہ نماز کا حصہ باقی ہے تو ایسے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسے دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی، خواہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی غلطی کی ہو۔

البتہ اگر بھول کر سلام پھیرا یعنی ایسے مقتدی کو سلام پھیرتے وقت یہ یاد نہ تھا کہ اس کے ذمہ نماز کا کچھ حصہ باقی ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن اگر ایسے مقتدی نے پہلی طرف سلام کی میم امام کی سلام کی میم کے بعد کہی تو مقتدی کو اپنی نماز پوری کرتے وقت آخر میں سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا اگر پہلے کہہ لی یا بالکل ساتھ کہی تو سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۴ و ۲۷)

اور اگر مسبوق مقتدی نے بھول کر یہ غلطی امام کے ساتھ سجدہ سہو والے سلام میں کی تو بہر صورت نماز فاسد نہ ہوگی اور اس مقتدی پر بعد میں سجدہ سہو لازم نہ ہوگا (اگر چہ اس مقتدی کا سلام امام کے سلام کے بعد مکمل ہوا ہو) (وھذا ھوالراجح۔ امداد الاحکام ج ا ص ۵۴۶ بحوالہ طحطاوی علی المراقی، خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۰۶ بحوالہ بدائع، فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۱ بحوالہ بدائع)

وضو کے بعد پیشاب کے قطروں کا آنا

آج کل اکثر لوگوں کو پیشاب کے قطرے برآمد ہونے کی شکایت رہتی ہے، اگر چہ اس کی ظاہری وجہ مثانہ کا کمزور ہونا یا اور کوئی بیماری بھی ہو سکتی ہے جس کا اپنی جگہ علاج کرانے کی ضرورت ہے، لیکن عموماً اس کا سبب استنجاء اطمینان کے ساتھ نہ کرنا اور بھاگ دوڑ کرتے ہوئے پیشاب سے فراغت حاصل کر لینا ہوتا

ہے، ظاہر ہے کہ جب تک پیشاب پوری طرح اطمینان کے ساتھ نہیں کیا جائے گا اور درمیان میں ادھوری حالت میں انسان اٹھ کھڑا ہوگا تو پیشاب کے باقیماندہ حصہ کا بعد میں برآمد ہونا ایک فطری بات ہوگی، اس کو بیماری وغیرہ پر محمول کرنا درست نہ ہوگا، آج کل لوگ بالکل آخری وقت میں بھاگ دوڑ کر استنجا کر کے اور جلد بازی میں اٹھ کر وضو کر کے نماز شروع کر دیتے ہیں پھر اس جلد بازی کے نتیجہ میں پیشاب کے قطروں کی شکایت ہوتی ہے اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ پیشاب سے اطمینان کے ساتھ فراغت حاصل کیا کریں اور اس کے لئے کچھ وقت نکالا کریں اس سے امید ہے کہ بے شمار لوگوں کی شکایت رفع ہو جائے گی۔

حُسنِ قرأت کے مقابلے اور محفلیں

آج کل جگہ جگہ حسنِ قرأت کے نام پر محفلیں اور مقابلے منعقد ہو رہے ہیں، لوگوں کو قرآن مجید کی طرف راغب کرنا اور قرآن مجید کے الفاظ ومعانی سے لطف اندوز کرنا اہم عبادت ہے، لیکن ہر عبادت کے صحیح اور قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط ہوا کرتی ہیں جن کا لحاظ کر کے ہی عبادت کے مقصود کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور آج کل کی ان محفلوں اور مقابلوں میں کئی منکرات اور خلافِ شرع باتیں دیکھنے میں آئی ہیں، جن سے بچنا ان محفلوں اور مقابلوں کو منعقد کرنے سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔

جھوٹ بول کر نفل حج کرنا

بعض اوقات (حج کے موقع پر زیادہ ہجوم کے باعث انتظامی امور میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) حکومت کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ صرف فرض حج یا حج بدل کرنے والوں کی درخواستیں قبول ومنظور کی جائیں گی۔ ایسے حالات میں بعض لوگ جو کہ اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکے ہوتے ہیں اور نفلی حج کرنا چاہتے ہیں درخواست میں پہلا حج، یا فرض حج، یا حج بدل لکھ دیتے ہیں حالانکہ یہ بات واقعہ کے مطابق نہیں ہوتی، بعض دفعہ اس سلسلہ میں حلفیہ بیان وغیرہ بھی دینا پڑتا ہے، اور اس طرح کی خلافِ واقعہ باتیں نہ جانے کتنے مقامات پر کرنی پڑتی ہیں اور بعض لوگ تو اپنا نام ولدیت اور پتہ وغیرہ بھی درخواست میں تبدیل کر دیتے ہیں تاکہ کسی طرح کا شبہ نہ ہو، اور بعض اوقات اس غرض کو پورا کرنے کے لئے رشوت وغیرہ بھی دینی پڑ جاتی ہے۔ اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کے باعث ہر

وقت عزت کا خطرہ الگ رہتا ہے ،لہٰذا خوب سمجھ لیجئے کہ نفلی حج کی خاطر اس قسم کی غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، جب ایک مرتبہ حج کا فریضہ ادا کرلیا تو نفلی عمل کی خاطر اتنے سارے گناہوں کا بوجھ لادنا اور اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح مناسب نہیں، خواہ نفل عمل سے محروم ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔
لان دفع المضرت خیر من جلب المنفعتہ ، والا جتناب عن الحرام اولیٰ من ارتکاب السنتہ کمافی اصول الفقہ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ کفایت المفتی ج ٦ وغیرہ بتصرف)

نامحرم عورت کا تنہا حج یا عمرہ کا سفر کرنا اور نامحرم کو محرم ظاہر کرنا

بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر حج کے سفر پر چل پڑتی ہیں جو کہ جائز نہیں خواہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور محرم وہ ہے جس سے زندگی بھر کسی بھی وقت نکاح صحیح ہونے کا امکان نہ ہو جیسے والد، دادا، اولاد، بھائی (شوہر بھی محرم ہے) اور جس شخص سے زندگی میں کسی بھی وقت نکاح کا امکان ہو وہ شرعاً محرم نہیں جیسے دیور بہنوئی، خالو، پھوپا، تایازاد، پھوپی زاد، خالہ زاد وغیرہ اس قسم کے سب لوگ نامحرم ہیں لے پالک اور منہ بولے بیٹے بھائی وغیرہ بھی شرعاً نامحرم ہیں۔ گروپ لیڈر بھی شرعی محرم کے قائم مقام نہیں ہے اور ایک عورت کا محرم دوسری عورت کے لئے معتبر نہیں، اور چند عورتوں کے مل کر حج پر جانے کی صورت میں بھی ہر ایک عورت کا اپنا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر وطن سے ایک محرم سوار کرادے اور دوسری طرف (ائیرپورٹ وغیرہ) سے دوسرا محرم اتار لے یہ بھی جائز نہیں بلکہ سفر کے دوران محرم کا ہونا ضروری ہے خواہ سفر جہاز ہی کا کیوں نہ ہو۔ حج کے فارم وغیرہ میں غیر محرم کو اپنا محرم ظاہر کرنا صریح جھوٹ اور غلط بیانی ہے جو کہ حرام ہے۔ بعض لوگ نامحرم عورت کو اپنا محرم ظاہر کر کے حج پر جاتے ہیں جبکہ وہ عورت شرعی نقطۂ نظر سے اس شخص کے حق میں محرم نہیں ہوتی جس کا جھوٹ ہونا واضح ہے اور جھوٹ حرام ہے۔

نامحرم کون ہوتا ہے؟

جو شخص رشتہ میں ایسا ہو کہ اس سے زندگی بھر، کبھی بھی، کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو، ایسا شخص شرعاً محرم نہیں (جیسے پھوپا کہ اگر پھوپی کی وفات ہوجائے ، یا پھوپی کو وہ طلاق دے دے اور اس کی عدت ختم ہوجائے تو اس پھوپا سے نکاح اس صورت میں جائز ہوجائے گا یہی تفصیل خالو اور بہنوئی وغیرہ میں بھی جاری ہوگی) غرضیکہ ایسا شخص جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی بلاشبہ شرعاً نامحرم ہے خواہ کتنا ہی رشتہ قریبی

رشتہ اس سے کیوں نہ ہو

چند قریبی نامحرم رشتہ دار

قریبی رشتہ دار جو شرعاً نامحرم شمار ہوتے ہیں یہ ہیں۔ ۱ چچازاد ۲ پھوپی زاد ۳ ماموں زاد ۴ خالہ زاد ۵ دیور ۶ جیٹھ ۷ نندوئی ۸ بہنوئی ۹ پھوپا ۱۰ خالو ۱۱ شوہر کا بھتیجا ۱۲ شوہر کا بھانجا ۱۳ شوہر کا چچا ۱۴ شوہر کا پھوپا ۱۵ شوہر کا ماموں ۱۶ شوہر کا خالو۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ شرعی اعتبار سے نامحرم ہیں اور ان کے احکام وہی ہیں جو دوسرے اجنبی نامحرم لوگوں کے ہیں۔ بلکہ قریب کے نامحرم رشتہ داروں سے اور بھی زیادہ احتیاط کا حکم ہے، اسی لئے ایک حدیث شریف میں دیور (یعنی شوہر کے بھائی) کو موت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے (بخاری ومسلم) کیونکہ قریبی نامحرم رشتہ داروں کے گھروں میں آنے جانے اور بے تکلفی کے ساتھ خلوت میں ملنے کی وجہ سے گناہ کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے، انہیں حالات کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت بتا کر یہ سمجھایا کہ دیور (جیٹھ وغیرہ) سے ایسا پرہیز کرو جیسے موت سے بچنے کو طبیعت چاہتی ہے (احسن الفتاویٰ، شرعی پردہ وغیرہ بتصرف)

ایک عورت کا محرم کسی دوسری عورت کے لئے معتبر نہیں

بعض اوقات کسی ایک عورت کے ساتھ اس کا اپنا محرم یا شوہر موجود ہوتا ہے، اور کوئی دوسری عورت (جس کا یہ شخص اپنا محرم نہیں ہوتا) اس پہلی عورت سے کسی قسم کا تعلق یا رشتہ داری ہونے کی بنیاد پر اپنے آپ کو بھی ساتھ میں شامل کر کے اس شخص کو اپنا محرم تصور کر لیتی ہے (جیسے سالی اپنی بہن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بہنوئی کو اپنے لئے بھی محرم کے قائم مقام بنالیتی ہے) اور سمجھتی ہے کہ اب مجھے علیحدہ سے براہِ راست اپنے محرم کی ضرورت نہیں، حالانکہ یہ خیال اور سوچ بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ شرعی لحاظ سے محرم وہ معتبر ہوگا جو اپنا محرم ہو کسی دوسری عورت کا محرم ہونا کافی نہیں خواہ وہ عورت اپنی کتنی قریبی رشتہ والی کیوں نہ ہو، درمیان کی عورت کے واسطہ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ غلط فہمی بہت سے لوگوں اور عورتوں کے ذہن میں جمی ہوئی ہے اور آسانی سے نکلتی نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''حج کا صحیح طریقہ اور حج کی غلطیاں''مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی)

حیرت کدہ مولانا محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

قیام پاکستان کے وقت کیا ہوا تھا؟

لہو رنگ واقعات، درد بھری داستانیں روح فرسا مظالم خونچکاں مناظر

اگست ۴۷ء میں تقسیم ملک کا اعلان ہوتے ہی پورے ملک میں خون کی ندیاں بہہ گئیں، لاشوں کے انبار لگ گئے، ہر گلی کوچہ قربان گاہ بنی تو ہر چوک اور شاہراہ پھانسی گھاٹ۔

ہنستے بستے شہر یکا یک شہر خموشاں (قبرستان) کا منظر پیش کرنے لگے، تاج برطانیہ کا گھٹنے ٹیک کر ملک کو دو حصوں (ہندو پاک) میں اچانک اور غیر منظّم انداز میں تقسیم کرکے اقتدار مقامی نمائندوں کے حوالے کرکے واپسی کا اعلان کیا تھا گویا صور اسرافیل تھا جس نے ہر طرف قیامت برپا کردی تقسیم کے اس ہنگامے میں مسلمانوں کے صرف جانی نقصان کا اندازہ ۱۵ لاکھ تک لگایا گیا ہے۔ ہندو اور سکھوں نے تاریخ کے اس نازک موڑ پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل کر اور ان کی عزت وناموس کو تار تار کرکے اور ان کی جائیداد واملاک کو تاخت وتاراج کرکے اور اپنے ہی ملک ووطن کی زمین ان پر تنگ کرکے جو سیاہ تاریخ رقم کی ہے وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ کفار بحیثیت مجموعی کبھی بھی مسلمانوں کے دلی دوست اور مخلص وہمدرد نہیں ہوسکتے، مسلمان دین سے کتنا ہی دور ہوجائے اور صورت سیرت، وضع قطع میں کتنا ہی کافروں کے رنگ میں رنگ جائے اور ان کے طور طریقوں کو اپنائے لیکن جب تک وہ بحیثیت قوم مسلمان ہے اور مسلمان کی اولاد ہے کافر اسے اجنبی اور دشمن ہی سمجھے گا خواہ وہ کفر یہودیت کی شکل میں ہو یا عیسائیت کی شکل میں یا ہندومت کی شکل میں یا کسی اور شکل میں۔

کاش کہ ہم اس حقیقت کو سمجھ جائیں اور دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجائیں، ذیل کی سطور میں بطور ''مشتے نمونہ ازخروارے'' ذرا قیام پاکستان اور اسلام کے لئے دی جانی والی ان قربانیوں اور کفار کی مسلم دشمنی کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر قیام پاکستان کے مقصد اور اپنے بزرگوں کی ان قربانیوں کو بھول کر اپنی بے مہار غیر اسلامی زندگی اور ہندو کلچر وثقافت میں دلچسپی ودلبستگی (جو بالخصوص ہمارے نوجوانوں میں وبا کی طرح

پھیل گئی) کا بھی جائزہ لیا جائے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔

سوئے مقتل

بھروکی، ضلع امرتسر سے لٹے پٹے مسلمانوں کا ایک قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوا اس قافلے میں اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ افراد ہوں گے ہندو فوج حفاظت کے بہانے اس قافلے کے ساتھ تھی انہوں نے قافلے کو جان بوجھ کر امرتسر شہر کے بیچ سے گذارا جب یہ قافلہ شہر کے بالکل درمیان میں پہنچا تو ہندو فوج پیچھے ہٹ گئی اب مسلمان عجیب کشمکش میں گرفتار تھے، پیچھے ہندو فوج سامنے ہندو مسلح پولیس، چھتوں پر سے بپھرے ہوئے ہندو اور سکھوں نے ان پر کھولتا ہوا تیل، اینٹیں اور پتھر پھینکنے شروع کردیئے یہ جان بچانے کے لئے آگے بڑھتے تو مسلح پولیس فائرنگ شروع کردیتی پیچھے ہٹتے تو فوج راستہ روکے ہوئے تھی یہ وحشت و بربریت کا ننگا ناچ اس وقت تک ناچا گیا جب تک ایک مسلمان بھی زندہ نظر آتا رہا۔

درندوں کا غول

ریاست نابھ کے گاؤں دھنوکہ کے دس ہزار مسلمانوں کا قافلہ لٹی پٹی حالت میں پاکستان کے لئے روانہ ہوا قافلہ ابھی روانہ ہو ہی رہا تھا کہ ہندوؤں کا ایک مسلح جتھہ نمودار ہوا انہوں نے ریاستی پولیس سے کچھ بات چیت کی، پھر انہوں نے بلموں، بھالوں اور کرپانوں سے ان مظلوم مسلمانوں کو تختۂ مشق بنایا اس قافلے میں سے بمشکل چھ ساڑھے چھ ہزار افراد زندہ بچے تھے اور مسلمانوں کی جوان بیٹیوں کو ہندو سکھ درندوں نے لوٹ کا مال بنالیا۔

موت کا قافلہ

دہلی کے پرانے قلعہ سے ٹرین کی روانگی سے قبل ڈوگرا فوجیوں نے تمام مسافروں کی تلاشی لے کر انہیں ایک چھوٹے سے چھوٹے چاقو تک سے محروم کردیا، عورتیں، بچے جوان بوڑھے سب بھیڑ بکریوں کی طرح بوگیوں میں ٹھونسے گئے۔ پراسرار اور انجانے خوف کے ساتھ ٹرین آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی نئی منزل کی جانب بڑھ رہی تھی، جب ہوا چلتی تو جلتے ہوئے لاشوں کی بدبو اندر بوگیوں میں پھیل جاتی، باہر جھانکنے پر جگہ جگہ انسانی لاشیں بے ترتیبی سے ایک دوسرے کے اوپر پڑی ہوئی تھیں راستے میں مسلمان آبادی کے

ایک اسٹیشن پر کچھ امدادی کارکنوں سے معلوم ہوا کہ بیاس کے سٹیشن پر ہندوؤں اور سکھوں نے گاڑی پر حملہ کر کے قتل عام کا خوفناک منصوبہ تیار کیا ہے، چنانچہ ٹرین جب بیاس کے سٹیشن میں داخل ہو کر آہستہ آہستہ رک رہی تھی تو اچانک گولیاں چلنے لگیں اور پھر یکدم گولیاں چلنی بند ہو گئیں، گاڑی کے اندر بے چینی اور خوف اپنی انتہا کو پہنچ گیا، توبہ واستغفار کا ورد جو راستے کے دردناک مناظر دیکھنے پر پہلے ہی سے جاری تھا اب تیز سے تیز تر ہو گیا اس اثنا میں سٹیشن کے پل پر سے سکھ درندوں کا ایک غول نمودار ہوا جو بڑی تیزی سے گاڑی کی طرف آرہے تھے اور فائرنگ گاڑی کی حفاظت پر مامور ڈوگرہ فوج نے ان کو گاڑی پہنچنے کی اطلاع کے طور پر کی تھی، گویا کہ محافظوں کے روپ میں لٹیرے گاڑی کے ساتھ ساتھ تھے پھر اگلے ہی لمحے نیزوں، بھالوں وبلموں، تلواروں اور کرپانوں سے مسلح سکھ درندوں کا وہی غول عین فوجیوں کے کمپارٹمنٹ کے سامنے کھڑا ہو کر مخصوص اشارے سے اپنے مزید ساتھیوں کو بلا رہے تھے، اس کے بعد ریل پر جو قیامت ٹوٹی اس کی روئیداد لکھنے سے قلم عاجز ہے بس یوں سمجھو کہ گاڑی کی ہر بوگی قصائی کی دکان کا منظر پیش کر رہی تھی کچھ درندے زخموں سے چور مسلمانوں کو بوگی سے کھینچ کھینچ کر باہر نکال رہے تھے اوران کے سر دھڑ تمام اعضا کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہاں موجود ایک کنویں میں پھینک رہے تھے (از مسلمانوں کا قتل عام) یہ تھی کم وبیش پندرہ لاکھ مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت کی ادنیٰ جھلک جن کا خون اس مملکت خداداد کی بنیادوں میں پڑا۔

آج پچاس سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد ہر سال پاکستان میں نہایت جوش وخروش اور ملی جوش وجذبہ کے ساتھ ۱۴ راگست کو یوم آزادی منایا جاتا ہے لیکن یوم آزادی مناتے وقت قیام پاکستان کے وقت دی گئی اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کو نظر انداز کر کے ایسے انداز سے یوم آزادی منایا جاتا ہے جس میں اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں اسلامی شعائر کے بجائے کفریہ اور شرکیہ طور وطریقوں کو اپنایا جاتا ہے، آتش بازی، ہلڑ بازی، بھنگڑے بازی اور شور شرابا کر کے چین وسکون کو غارت کیا جاتا ہے۔

کروڑوں روپے غریبوں کی بجائے آتش بازی کی نظر کر دیئے جاتے ہیں، موٹر سائیکلوں کے سلنسروں کا پھاٹک کھول کر نماز پڑھنے، آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔

یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ شور شرابے اور ہنگامہ آرائی کا اسلامی نقطۂ نظر سے یوم آزادی سے کیا تعلق ہے؟ اس دفعہ کی جشن آزادی کے نتائج ملاحظہ ہوں:

ملک بھر کے مختلف شہروں میں یوم آزادی کے موقعہ پر جشن آزادی مناتے ہوئے مختلف حادثات وواقعات میں 48 افراد جاں بحق جبکہ متعدد زخمی ہوگئے ان میں سے 10 نوجوان لاہور میں موٹر سائیکل پر ویلنگ کرتے ہوئے جاں بحق ہوئے باقی ہلاکتیں دریاؤں کے کنارے پکنک مناتے ہوئے، غوطہ خوری کرتے ہوئے اور کشتیوں میں زیادہ افراد بیٹھنے کی وجہ سے کشتی ڈوبنے سے ہوئیں یہ حادثات صوبہ سرحد اور پنجاب کے مختلف شہروں میں وقوع پذیر ہوئے (روزنامہ اسلام راولپنڈی 15 اگست 2004ء) یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ملک کی آزادی کے وقت جو شہادتیں ہوئیں وہ تو جذبہ ایمانی کی وجہ سے سرزد ہوئے لیکن ہر سال جشن آزادی کے نام پر بے ہودہ اور فضول حرکتیں کرتے ہوئے جو اموات ہوتی ہیں یہ کس کھاتے میں جائیں گی؟

پرانے شکاری، نئے جال

یہ مثل تو آپ حضرات نے سنی ہوگی کہ ''پرانے شکاری نیا جال'' یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب اندر کا خمیر اور مغز وہی ہو جو پہلے تھا۔ لیکن اوپر سے ظاہری میں شکل وصورت تبدیل کر دی جائے آج اس کی بے شمار مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔

چنانچہ ہمارے بینکاری نظام کی بنیاد سود پر قائم ہے مگر آئے دن اس کی صورتیں اور شکلیں بدلتی رہتی ہیں کبھی سیونگ اکاؤنٹ کے نام سے کوئی اسکیم سامنے لائی جاتی ہے تو کبھی پی۔ ایل۔ ایس۔ اکاؤنٹ کے نام سے۔ کبھی کمرشل انٹرسٹ کے نام سے اور کبھی ڈیفنس سیونگ سرٹیفکٹ کے نام سے۔ یہی حال ہماری سیاست کا ہے کہ پچاس سال سے زائد کے عرصہ سے حکومت اور حکمرانوں کے چہرے بدلتے رہے لیکن اندر کے عنصر اور خمیر میں خاطر خواہ تبدیلی نہیں آئی، بلکہ وہی انگریزی سامراجی دور کا نظام قائم رہا، تعلیم کے مسئلہ میں بھی وہی ''لارڈ میکالے'' کا خمیر شامل رہا مگر ہر دور میں جزوی تبدیلیاں ہوتی رہیں اور ہر مرحلہ پر ظاہری تبدیلی سے عوام امیدیں باندھتے رہے اور مختلف قسم کے تخمینے اور اندازے قائم کرتے رہے۔ ان ظاہری تبدیلیوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ بنیاد کو ہی تبدیل نہ کیا جائے۔ بنیاد کی تبدیلی اور ظاہر کی تبدیلی کا فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی قسم کی غلطیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں، اس لئے ہمیشہ ہر چیز کی بنیاد اور حقیقت کو دیکھنا چاہئے اور صرف ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

ذیابیطس Sugar

شوگر (ذیابیطس) ایک ایسی بیماری ہے جسکی وجہ سے مریض کا جسم خون کے اندر گلوکوز (شوگر) کو آٹو میٹک طریقے سے کنٹرول نہیں کرتا یا پھر جسم کے اندر پیدا کردہ انسولین کو مؤثر طور پر استعمال نہیں کر سکتا (انسولین ایک ایسا ہارمون ہے جو شکر کو توانائی میں بدلتا ہے) صحت مند جسم میں لبلبہ ہارمون انسولین کو خارج کرتا ہے۔ جب یہ نظام صحیح طریقہ پر کام کرنا بند کردے تو شوگر کا مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ اور اگر یہ نظام درست نہ ہو تو شریانوں میں بلڈ شوگر بڑھ جاتی ہے اس کی وجہ سے خون کی نالیاں بند ہونے لگتی ہیں اور خون کے ٹشو تباہ ہونے شروع ہوجاتے ہیں اسی وجہ سے آنکھوں، گردوں، دل، اور جسم کے دوسرے اعضاء کو نقصان پہنچنے کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ شوگر کی وجہ سے، دل کی بیماری، ہائی بلڈ پریشر، گردوں کا فیل ہوجانا نظر کی کمزوری، جوڑوں میں درد، پیروں میں جلن، سر چکرانا، نقاہت، قبض مردوں میں مردانہ کمزوری وغیرہ طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ انٹرنیشنل ڈایابیٹک فیڈریشن کے مطابق پاکستان میں شوگر سے متاثرہ 20 سے 79 سال عمر کے افراد کی تعداد 88 لاکھ ہے اس اعتبار سے پاکستان شوگر کے مریضوں کے حوالے سے دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے۔ دنیا بھر میں شوگر کے مریضوں کی سب سے زیادہ تعداد 3 کروڑ 27 لاکھ سے بھی زیادہ بھارت میں ہے، جب کہ چین 3 کروڑ 26 لاکھ شوگر کے مریضوں کے لحاظ سے دوسرے اور امریکہ ایک کروڑ 53 لاکھ مریضوں کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہے، پاکستان 88 لاکھ مریضوں کے ساتھ چوتھے نمبر پر اور جاپان 71 لاکھ مریضوں کے ساتھ پانچویں نمبر پر ہے۔ عالمی اعداد وشمار کے مطابق دنیا بھر میں شوگر میں مبتلا مریضوں کی تعداد 17 کروڑ 70 لاکھ سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں اس مرض میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو دنیا بھر میں شوگر کے مرض کی شکار آبادی کی تعداد 2025ء تک سو فی صد تک بڑھ جانے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے۔ شوگر پر تحقیق کرنے والے عالمی ادارہ کے مطابق دنیا میں 20 سے 79

سال عمر کے کل افراد میں سے ۶ء۴ فی صد کو یہ مرض لاحق ہے جبکہ پاکستان میں اس عمر کے ۸ء۱۱ فی صد افراد اس مرض سے متاثر قرار دیئے گئے ہیں۔ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں شوگر کا شکار ہونے کے زیادہ امکانات ہیں، شادی شدہ مردوں کی بہ نسبت غیر شادی شدہ مردوں میں شوگر کا امکان زیادہ ہے، پاکستان میں شوگر کے کل کیسز میں خواتین کا تناسب 52 فی صد اور مردوں کا 48 فی صد ہے۔ ماہرین ذیابیطس نے بتایا کہ پاکستان میں شوگر سے ہونے والی اموات کی شرح 8 فیصد ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا میں شوگر میں مبتلا 80 فی صد افراد کی موت کی وجہ قلب اور شرائین کی بیماریاں ہیں۔ تحقیق کے مطابق شوگر کی وجہ سے دنیا میں 25 لاکھ سے زائد افراد نابینا ہو چکے ہیں اور دنیا بھر میں شوگر کی وجہ سے اس کے 40 فی صد مریض گردوں کی ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ویسے تو شوگر کی دو اقسام ہیں (۱) **قسم اول** وہ ہے جس میں مریض کے جسم میں انسولین بننا بند ہو جاتی ہے اور اس قسم کے مریض زیادہ تر انسولین پر گذارا کر رہے ہیں (۲) **قسم دوم** کے مریض رفتہ رفتہ جسم میں انسولین استعمال کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔ قسم دوم تیزی سے پھیل رہی ہے اور زیادہ خطرناک ہے دنیا بھر میں اس قسم کے 90 فی صد کیسز پائے گئے ہیں۔ ماہرین طب کے مطابق غذا کی کمی یا زیادتی میٹھے کا زیادہ استعمال اور سہل پسندی کے باعث ہونے والا موٹاپا اس مرض کی بنیادی وجوہات ہیں جبکہ عام طور پر یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی شوگر کی کئی قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

(ذیابیطس معدی) یہ مرض میٹھے کے زیادہ استعمال اور آنتوں کے نقائص سے پیدا ہوتا ہے گا ہے بسیار خوری اور شراب نوشی بھی اس مرض کا سبب ہو سکتے ہیں۔

(ذیابیطس عصبی کبدی) بہت زیادہ دماغی محنت، کثرت مجامعت، سر اور ریڑھ کی ہڈی کی چوٹ، ملیریا، جگر کی خرابی، ٹائیفائڈ، اور نمونیا ہونے کے بعد اعصابی کمزوری بھی اس کا سبب ہو سکتے ہیں **(ذیابیطس بالقراسی)** لبلبہ کا ناقص اور چھوٹا ہو جانا، خواتین میں بچہ دانی کے امراض، ہسٹریا کے دورے، اس کا سبب ہو سکتے ہیں۔

ماہریں امراض کے مطابق زبان کا خشک ہونا، زبان کا رنگ کچے گوشت کی طرح ہونا، جلد کا ڈھیلا پن، وزن کم ہونا، بھوک کا زیادہ لگنا، زخم کا جلد ٹھیک نہ ہونا، شوگر کے مرض کی چند خاص علامات ہیں۔

خون ٹیسٹ: شوگر کے خون کے لبارٹری تجزیہ کو fasting blood test کہتے ہیں۔ خون میں شکر کی

مقدار 170 پوائنٹ سے گلوکوز 100 تک نارمل ہوتی ہے، اس سے زیادہ مقدار شوگر کے مرض میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔ اور ناشتہ کے بعد خون کا ٹیسٹ Random blood test کہلاتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں خون میں گلوکوز کی مقدار 170 سے 180 تک نارمل ہوتی ہے لیکن 70 فی صد فربہی مائل موٹے لوگوں یا ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں میں 190 پوائنٹ گلوکوز بھی نارمل کہلاتی ہے اس سے تجاوز کرنے پر شوگر کا مرض تشخیص ہوتا ہے۔

پیشاب کا ٹیسٹ: ۔ شوگر کے مرض میں عام طور پر Urine D/R کرایا جاتا ہے جس کو طبی اصطلاح میں UrinedetailReport کہا جاتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں مریض کو پیشاب شوگر + یا + + یا پھر + + + تک ظاہر ہوتی ہے Urine D/R میں یورک ایسڈ، فاسفیٹ، البیومن، اور پیشاب میں خارج ہونے والی تمام چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جس سے مرض کی کیفیت کا صحیح اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔

انسانی جسم میں شوگر کی کمی کی علامات: ۔ جب شوگر کا لیول 57 سے گر جاتا ہے تو یہ علامات ظاہر ہوتی ہیں 1۔ دل کی دھڑکن کا تیز ہونا، 2۔ پسینہ آنا، 3۔ رعشہ، 4۔ شدید بھوک کا احساس، 5۔ اعصابی علامات: تشنج، 6۔ بے ہوشی و غنودگی۔

انسانی جسم میں شوگر کی زیادتی کی علامات :۔ 1۔ پیشاب کی زیادتی، 2۔ پیاس کی زیادتی، 3۔ منھ کا خشک رہنا۔ شوگر کے مکمل خاتمہ کا ابھی کوئی علاج دریافت نہیں ہوا

ماہرین امراض کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مرض پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ ماہرین طب کے مطابق علاج اور غذا میں پرہیز سے مریض نارمل زندگی گذار سکتا ہے۔ ہلکی ورزش اور روزانہ چہل قدمی (واک) بھی شوگر کنٹرول کرنے میں کافی مددگار رہوتی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اگر مردہ انسان کے لبلبہ کے خلیوں کو ذیابیطس کے مریض کے جگر میں داخل کر دیا جائے تو لبلبہ نئے سرے سے کام کرنا شروع کر دیتا ہے (مگر اس کے جواز اور عدم جواز کا معاملہ اپنی جگہ ہے)

پرہیز: ۔ شکر، گلوکوز، نشاستہ دار غذائیں، گاجر، چقندر، آلو، اروی، شلجم، شکر قندی، شہد، دودھ کا استعمال شوگر کو بڑھاتا ہے۔

خوراک :۔ جو کا دلیہ، سرسوں، کریلہ، میتھی، لوبیا، مٹر، پالک، ہر قسم کی سبز سبزیاں، بکرے

Idara Ghufran

کا گوشت، مرغی، مچھلی، بکرے کالبلبہ، پنیر، دہی کا پانی۔
پھلوں میں موسمی، سیب روزانہ ایک، جامن، آڑو، ناشپاتی، ناریل کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔علاج ماہر مستند معالج سے ہی کرانا چاہئے اور وقفہ وقفہ سے اپنے معالج سے رابطہ رکھنا چاہئے۔خصوصی توجہ اور سخت نگہداشت کے ذریعہ ایک مریض بھی اپنا معالج خود بن سکتا ہے، اسطرح انشاء اللہ مریض شوگر کے ساتھ بھی ایک لمبی عمر گذار سکتے ہیں۔

Emal:faizankhanthanvi@hotmail.com

مذاق جھوٹ کا نام نہیں

آج کل باتوں باتوں میں جھوٹ بولنے کا مرض عام ہے حالانکہ قرآن وحدیث میں جھوٹ بولنے پر بڑی سخت تنبیہات آئی ہیں، یہاں تک کہ جھوٹ بولنے کو منافق کی نشانی فرمایا گیا ہے۔جھوٹ زبان کا گناہ ہے اور زبان کا گناہ بعض اوقات جنت سے دوزخ میں لے جانے کا سبب ہوجاتا ہے، جھوٹ میں دوسرے کو دھوکہ دینا بھی پایا جاتا ہے اور ساتھ ہی دوسرے کو تکلیف پہنچانا بھی اور یہ سب چیزیں کبیرہ گناہ اور حرام ہیں، مگر آج جھوٹ کا اتنا رواج ہوگیا ہے کہ اب تو جھوٹ بولنے کو بہت سے لوگوں نے عیب سمجھنا بھی چھوڑ دیا ہے، خاص طور پر جب ہنسی مذاق کے طور پر جھوٹ بولا جائے اور بعد میں دوسرے کو اصل حقیقت سے آگاہ کردینے کی بھی نیت ہو۔گویا کہ جھوٹ کو تفریح اور دل لگی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، حالانکہ جھوٹ تو جھوٹ ہی ہے، ہنسی مذاق کی صورت میں بھی جھوٹ کا جھوٹ ہونا برقرار رہتا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کہ زہر کی ایک تاثیر ہے یعنی نقصان پہنچانا اور ہلاکت میں ڈال دینا، اب اگر زہر کو زہر سمجھ کر سنجیدہ حالت میں پیا جائے تو بھی زہر ہے اور اس کی تاثیر موجود ہے اور کوئی زہر کے زہر ہونے سے توجہ ہٹا کر ہنسی مذاق کے انداز میں پیئے تو بھی زہر ہے اور تاثیر اس میں موجود ہے، کیونکہ نیت اور انداز بدل دینے سے اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوجاتی، غور کرنا چاہئے کہ ان لوگوں کو کیا تفریح کے لئے (جو کہ فرض، واجب بھی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات منع ہے) ایک حرام کام کا ارتکاب کرنا ہی رہ گیا ہے (جس سے بچنا فرض ہے) اور کوئی جائز طریقہ نہیں ہے؟ خدارا جھوٹ پر ہنسی مذاق کی ملمع سازی کرکے اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالئے۔

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

❑...... منگل ۲/۹/۱۶/۲۳/۳۰ / جمادی الثانیہ کو بعد ظہر حسب معمول ہفتہ وار اصلاحی مجلس برائے اراکین عملہ منعقد ہوئیں۔

❑...... بدھ ۳/۱۰/۱۷/۲۴/ جمادی الثانیہ اور یکم رجب کو طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی نشستیں منعقد ہوئیں، یکم رجب کی نشست میں حضرت اقدس مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب دامت برکاتہم (مدیر مدرسہ شریعۃ الاسلام الٰہ آباد) راولپنڈی کا بیان ہوا، حضرت مولانا مذکور ایک علمی کام کے سلسلہ میں ادارہ تشریف لائے تھے۔

❑...... بدھ ۱۷/ جمادی الثانیہ اور یکم رجب کو پندرہ روزہ فقہی نشستیں بھی حسب معمول منعقد ہوئیں اور بعض اہم فقہی مسائل کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا اور ان میں پائی جانے والی پیچیدگیوں اور تعارضات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

❑...... بدھ ۱۰/ جمادی الثانیہ کو حضرت مدیر نجی دورہ پر بمعہ اہل خانہ راولپنڈی سے باہر ایک دن کے لئے بعض اعزہ کے ہاں تشریف لے گئے رات کو واپسی ہوئی۔

❑...... جمعرات ۴/۱۱/۱۸/۲۵/ جمادی الثانیہ اور ۲/ رجب بعد ظہر حسب معمول طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزم ادب کی نشستیں منعقد ہوئیں، ان مجالس میں مختلف اساتذہ کرام کے بیانات بھی ہوتے رہے۔

❑...... جمعرات ۱۱/ جمادی الثانیہ کو مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب کی دعوت پر ان کے مدرسہ شریعۃ الاسلام (الٰہ آباد) راولپنڈی میں شعبہ کتب للبنین کے امتحان کے لئے مولانا محمد امجد تشریف لے گئے، ظہر تا مغرب امتحان کا عمل جاری رہا۔

❑...... اتوار ۷/۱۴/۲۱/۲۸/ جمادی الثانیہ کو بعد عصر حسب معمول ہفتہ وار اصلاحی نشستیں (عمومی) منعقد ہوتی رہیں، اتوار، منگل، بدھ کی ان ہفتہ وار مجالس میں حضرت مدیر دامت برکاتہم پابندی اور اہتمام کے ساتھ وعظ و بیان ارشاد فرماتے ہیں۔

❑...... اتوار ۱۴/ جمادی الثانیہ کی نشست میں متعلم محمد نعمان کی تکمیل حفظ کے حوالے سے وعظ ہوا اور بعد میں متعلم کے والد صاحب کی طرف سے تمام حاضرین کو چائے کی ضیافت دی گئی، اس دن ادارہ غفران کے سابق مدرس حضرت مولانا قاری حبیب اللہ صاحب بھی تشریف لائے تھے، رات کو ادارہ میں ہی ان کا قیام رہا۔

Idara Ghufran

❏...... اتوار ۲۸/ جمادی الثانیہ کو بعد عشاء حضرت مدیر کا مسجد بلال غزالی روڈ راولپنڈی میں مولانا یونس صاحب کے درس قرآن کے سلسلہ میں دوسرے پارے کی تکمیل کے موقع پر بیان ہوا۔

❏...... جمعہ ۵/ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/ جمادی الثانیہ کو حسب معمول مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، مسجد بلال صادق آباد، مسجد نسیم گل نور پلازہ نزد سنٹرل ہسپتال مری روڈ میں بالترتیب حضرت مدیر دامت برکاتہم مفتی محمد یونس صاحب، مفتی محمد امجد صاحب کے قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ دینی مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، البتہ ۵/ جمادی الثانیہ کو مسجد نسیم میں بعد جمعہ مسائل کی نشست نہ ہوسکی۔

❏...... جمعہ ۱۹/ جمادی الثانیہ کو مفتی محمد یونس صاحب ۳/ یوم کی رخصت پر بمعہ اہل خانہ اپنے آبائی گاؤں تشریف لے گئے مورخہ ۲۲/ جمادی الثانیہ بروز پیر واپسی ہوئی۔

❏...... جمعہ ۳/ رجب کو حکیم محمد فیضان صاحب ناظم کتب خانہ کی خدام الحجاج اور حج کے سفر کی منظوری ہوئی، اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ اس سفر کی تکمیل فرمائیں۔

❏......سوموار ۲۲/ جمادی الثانیہ کو ادارہ کے شعبہ ناظرہ کے استاذ قاری محمد ہارون صاحب کی بعض وجوہ کی بناء پر مستقل رخصت عمل میں آئی جن کے بعد عارضی طور پر اس شعبہ کی ذمہ داری مولوی سعید افضل صاحب کے سپرد کی گئی

ماہنامہ ''التبلیغ'' پر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی کا تبصرہ

محترم جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم ماشاءاللہ شب وروز علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور متعدد کتابیں تالیف کر چکے ہیں، اپنے تصنیفی و تحقیقی ذوق کی تسکین اور عوام الناس کے فائدے کی غرض سے موصوف نے اپنے زیر ادارت ایک ماہنامہ جاری کیا ہے جس کا پہلا شمارہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی دعاؤں سے اس پرچے کا آغاز ہوا ہے جس سے امید ہے کہ انشاءاللہ جلد ہی یہ ماہنامہ دوسرے وقیع ومشہور ماہناموں کی صف میں اپنا مقام پیدا کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ اس اہم کام میں مدیر موصوف کی مدد فرمائے اور عوام الناس کو اس کی خوب قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین......(ابومعاذ)

(ماہنامہ البلاغ کراچی شمارہ ۶ جلد ۳۹، جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ اگست ۲۰۰۴ء)

اخبارِ عالم ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

24 جولائی (٦ر جمادی الثانی): سندھ ہائی کورٹ نے الیکشن کمیشن کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا، سندھ سے ایم کیو ایم کے 3 ممبران قومی وصوبائی اسمبلی کامیاب **25 جولائی:** ایٹمی ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کے الزام میں گرفتار ڈاکٹر نذیر، بریگیڈئر (ر) سجاول اور میجر (ر) اسلام رہا★ کراچی: جامعۃ الرشید کی وین پر بم حملہ، ایک ملازم شہید، 3 اساتذہ سمیت 8 افراد زخمی **26 جولائی:** گجرات: 16 گھنٹے طویل جھڑپ کے بعد القاعدہ سے تعلق کے الزام میں 13 افراد گرفتار★ پاکستان اور سعودیہ اطلاعات اور مجرموں کے تبادلہ پر متفق **27 جولائی:** افغانستان میں پاکستانی قونصل خانے کے 5 اہلکار اغواء کر لئے گئے★ ایم کیو ایم کے نومنتخب ارکان اسمبلی نے حلف اٹھالیا★ مئی 2004ء ملک بھر میں 921 قتل، 946 اغواء اور 1127 ڈکیتی کی وارداتیں ہوئیں، سروے رپورٹ **28 جولائی:** یونائیٹڈ بینک کے 1100 ملازمین سرپلس پول بھیج دیے گئے، نماز اور کھانے کا وقفہ ختم **29 جولائی:** عراق: مغوی پاکستانی قتل، فدائی حملہ 70 ہلاک، 2 ہیلی کاپٹر تباہ **30 جولائی:** بش انتظامیہ کی ناقص پالیسیاں، بجٹ میں امریکہ کو 450 ارب ڈالر کے بھاری خسارے کا سامنا **31 جولائی:** شوکت عزیز پر خودکش حملہ، ڈرائیور سمیت 7 جاں بحق★ تاشقند: امریکی واسرائیلی سفارت خانوں پر فدائی حملے، 15 ہلاک **یکم اگست:** بھارت کا پاکستان کے راستے گیس پائپ لائن بچھانے پر اتفاق **2ر اگست:** بلوچستان: خضدار میں فائرنگ، 5 فوجی 1 شہری جاں بحق★ امریکہ نے طالبان دور کے وزیر خارجہ عبدالوکیل متوکل کو رہا کر دیا★ عراق: ابوغریب جیل سے مزید 128 افراد رہا کر دیے گئے **3ر اگست:** وزیر اعلیٰ بلوچستان کے کانوائے پر حملہ، 1 محافظ جاں بحق، 2 زخمی★ افغانستان: شبرغان جیل سے 6 قیدی رہا ہو کر چمن پہنچ گئے **4ر اگست:** عراق: فدائی وگوریلا حملے 5 امریکیوں سمیت 16 ہلاک، تیل کی پائپ لائن دھماکے سے اڑادی گئی★ سوڈانی حکومت ڈارفر کی باغی اقلیت کے ساتھ اختیارات اور وسائل کی تقسیم پر تیار **5ر اگست:** عراقی صدر قاتلانہ حملہ میں بال بال بچ گئے★ منفی سرگرمیوں میں ملوث غیر ملکیوں کا راستہ روکنے کے لئے کابینہ نے ویزا پالیسی میں تبدیلی کی منظوری دے دی★ سرحد میں نظام صلوٰۃ کل سے نافذ، نماز جمعہ کے لئے بازار دن 1

بجے سے 2 بجے تک بند رہیں گے ★ راولپنڈی میں ایک اور کمپنی کو بس سروس چلانے کی اجازت، کرایہ واران سے کم رکھنے کا اعلان ★ حکومت کا گزشتہ سال کے درخواست دہندگان کو بغیر قرعہ اندازی حج پر بھیجنے سے انکار ✍ **6/اگست**: راولپنڈی سے وانا جانے والا پاک آرمی کا ہیلی کاپٹر تباہ، 14 فوجی جاں بحق ✍ **7/اگست**: عراق پر بموں کی بارش، 300 جاں بحق، 890 افراد زخمی ★ ایس ایس پی نارووال پولیس مقابلے میں شہید، 2 اشتہاری بھی مارے گئے ✍ **8/اگست**: ملک بھر میں طوفانی بارش، نشیبی علاقے زیر آب، 4 بچوں سمیت 8 جاں بحق ★ کراچی میں بم دھماکہ، 2 افراد جاں بحق، 3 زخمی، 2 کاریں اور 2 دکانیں تباہ ★ القاعدہ کے سینئر رکن قاری سیف اللہ اختر دبئی میں گرفتار، پاکستانی حکام کے حوالے، ان پر صدر پرویز اور شوکت عزیز پر قاتلانہ حملے کا بھی الزام ہے ✍ **9/اگست**: کراچی: 2 بم دھماکے، جامعہ بنوریہ کے 9 طلبہ شہید، 49 زخمی ★ افغانستان: طالبان کے تباہ کن حملے، 30 امریکیوں سمیت 60 ہلاک، ہیلی کاپٹر اور متعدد گاڑیاں تباہ ✍ **10/اگست**: واہگہ بارڈر پر 2 بھارتی اور 3 پاکستانی قیدیوں کا تبادلہ، ان فوجیوں کو 5 سال قبل کارگل جنگ میں گرفتار کیا گیا تھا ★ یوریا کھاد کی برآمد پر پابندی عائد، قیمت میں 18 روپے فی بوری کمی کرنے کا فیصلہ ✍ **11/اگست**: معذور افراد کے لئے 30 کروڑ کے فنڈ کا اعلان ★ انسداد دہشتگردی کے اختلافی امور حل کرنے کے لئے پاکستان اور بھارت مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے پر متفق ✍ **12/اگست**: سرحد کابینہ نے جیل اصلاحات کی منظوری دے دی، تمام قیدیوں کو کلاس ''بی'' دینے کا فیصلہ ✍ **13/اگست**: راولپنڈی: کمیٹی چوک انڈر پاس کا افتتاح، راولپنڈی کے لئے 4 مزید بڑے منصوبوں کا اعلان، تاخیر اور ناقص تعمیرات برداشت نہیں کریں گے، پرویز الٰہی ✍ **14/اگست**: عراق میں اقوام متحدہ کی بحالی کے لئے اشرف جہانگیر قاضی مختصر ٹیم کے ہمراہ بغداد پہنچ گئے ★ عراق: امریکی بمباری سے مقتدیٰ زخمی، پولینڈ کے 20 فوجی یرغمال بنا دیئے گئے ✍ **15/اگست**: امریکی بمباری سے 118 عراقی شہید ★ جشن آزادی، ملک کے مختلف شہروں میں حادثات 48 افراد جاں بحق ✍ **16/اگست**: تعطیل اخبارات ✍ **17/اگست**: فتح جنگ: اے آر ڈی کے امیدوار سکندر حیات کی انتخابی مہم چلانے والے کارکنوں پر فائرنگ، 3 جاں بحق ★ سوئی: ایف سی پر فائرنگ 5 اہلکار جاں بحق، 3 حملہ آور بھی مارے گئے ✍ **18/اگست**: عراق: جاسوس طیارہ اور 3 بکتر بند تباہ، راکٹ حملوں میں 8 ہلاک ★ مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے لئے اسلام آباد پولیس کا چھاپہ، گھر کی دیواریں پھلانگیں، مدرسے کا دروازہ توڑ دیا، مولانا عبدالعزیز کو وفاقی پولیس نے مطلوب ملزم قرار دیا ✍ **19/اگست**: ضمنی انتخابات کے نتائج آ گئے، اٹک اور تھرپارکر سے نامزد وزیراعظم

کامیاب ★ عراق، مقتدیٰ الصدر نے نیشنل کانفرنس کا امن منصوبہ قبول کرلیا ✍ **20/اگست:** قومی اسمبلی نے ہتک عزت ترمیمی بل کی منظوری دے دی ✍ **21/اگست:** شوکت عزیز نے رکن قومی اسمبلی کی حیثیت سے حلف اٹھالیا ★ مسجد اقصیٰ میں فلسطینیوں کے نماز پڑھنے پر پابندی لگادی گئی ✍ **22/اگست:** راولپنڈی، اسلام آباد میں تباہی پھیلانے کے بڑے منصوبے ناکام، خطرناک دہشت گرد گروہ گرفتار ✍ **23/اگست:** حکومت کا علماء ومشائخ کونسل کے قیام کا فیصلہ، ارکان کے ناموں کا اعلان کردیا گیا، مفتی رفیع عثمانی، قاری حنیف جالندھری، سید حسین الدین شاہ، انس نورانی اور صلاح الدین یوسف بھی ارکان میں شامل ہیں ✍ **24/اگست:** مسلم لیگ (ن) نے جاوید ہاشمی کو وزارت عظمیٰ کا امیدوار نامزد کردیا۔

بکرے کا صدقہ

کسی پریشانی، مصیبت، یا بیماری وغیرہ سے حفاظت کے لئے احادیث میں صدقہ کرنے کی ترغیب آئی ہے اور صدقہ اس چیز کا کرنا چاہئے جس سے غریبوں اور محتاجوں وضرورتمندوں کی زیادہ بہتر طریقہ پر مدد ہو، صدقہ دراصل غریبوں کی ضروریات پوری کرنے اور ان کا بہتر طریقہ پر تعاون کرنے کا نام ہے۔ اسی لئے شریعت نے صدقہ کے لئے بکرے یا کسی دوسری چیز کو مخصوص نہیں کیا کیونکہ غریبوں کی ضروریات مختلف قسم کی ہوتی ہیں لیکن ان لوگوں نے ہر حال میں بکرے کا ہی صدقہ ضروری سمجھ رکھا ہے۔ بکرے کو مخصوص کرلینے کی وجہ سے غریبوں کی ضروریات کا لحاظ نہیں ہوتا کیونکہ غریبوں کی مختلف ضروریات ہوتی ہیں مثلاً لباس، کپڑے کی ضرورت، مسافر کو کرایہ کی ضرورت، بیمار کو علاج اور دوا کی ضرورت اور غریب کو آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات وغیرہ وغیرہ، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ بکرے سے غریب اپنی ہر قسم کی موجودہ یا آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا اور بالفرض کسی غریب کو کھانے کی ہی ضرورت ہو تب بھی صرف بکرے یا گوشت سے اپنے پیٹ کو نہیں بھر سکتا بلکہ روٹی وغیرہ کی پھر بھی ضرورت رہتی ہے، پھر بہت سے غریب کھانے کی دوسری چیزوں کو پسند کرتے ہیں یا غریب بیمار کا بسا اوقات گوشت سے پرہیز ہوتا ہے، نیز بکرے کو کھانے کے لائق بنانے کے لئے غریب کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے (کھال اتارنا، بوٹیاں بنانا، صاف کرنا، پھر اس کو پکا کر تیار کرنا وغیرہ وغیرہ) اس کے برعکس اگر اتنی ہی رقم غریب کو دی جائے تو غریب اس سے آج کے دور میں اپنی موجودہ یا آئندہ ہر قسم کی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور ایک سے زیادہ ضروریات ہوں تو وہ بھی پوری ہوسکتی ہیں